قال اللہ عز وجل وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً

یہودیوں نے یقیناً حضرت مسیح بن مریم کو قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا اور ہے اللہ غالب حکمت والا

رسالہ معجز جامع مشتمل بر دلائل حیات عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم ملقب بہ

کلمۃ اللہ

فی

حیاتِ روح اللہ

از

بندۂ ناچیز محمد ادریس کاندہلوی کان اللہ لہ وکان ہو للہ

آمین

در مطبع جید برقی پریس واقع بلیماران دہلی حلیۂ انطباع [illegible]

دیباچہ طبع ثانی از مؤلف غفر اللہ لہ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہندوستان میں اوّل سر سید احمد خان نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع الی السماء کا خلاف نیچر کہہ کر انکار کر دیا۔ اس کے بعد مرزا غلام قادیانی کو جب مسیحیت کی فکر دامن گیر ہوئی تو وہ بھی وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا مدعی بنا۔ اور اس مسئلہ کو اپنے مذہب کا اصل الاصول قرار دیا۔ حالانکہ اگر بطور فرضِ محال تھوڑی دیر کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات تسلیم بھی کر لی جائے تب بھی مرزا جیسے کذّاب و دجّال کا مسیح ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا۔

کس نیاید بزیر سایۂ بوم   ور ہما از جہاں شود معدوم

اور اس درجہ اس میں غلو کیا کہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کو مشرکانہ عقیدہ بتلایا۔ حالانکہ تقریباً ساٹھ سال تک خود اس مشرکانہ عقیدہ پر قائم رہا۔

علماء حق نے اس بارہ میں مختلف رسائل اور مختلف تحریریں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کیلئے لکھیں جزاہم اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین خیراً۔ دس سال کا عرصہ ہوا کہ اس ناچیز نے بھی ایک رسالہ کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ کے نام سے اس بارہ میں لکھا تھا جس کو مولانا حبیب الرحمٰن تغمدہ اللہ تعالیٰ بالرحمۃ والغفران سابق مہتمم دار العلوم دیوبند نے اپنے اہتمام سے شائع فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت شیخنا الثقۃ الامین قدوۃ العلماء الراسخین مولانا الشاہ السید محمد انور اطال اللہ بقائہ ونورہ جبہ یوم القیمۃ ونفعنا آمین نے اسی مسئلہ میں ایک رسالہ عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

نام سے عربی زبان میں تحریر فرمایا۔ جو تحقیق و تدقیق اور ندرتِ مضامین اور لطافتِ معانی اور حلاوت بیانی میں ایسا بے مثل و بے نظیر ہے کہ اگر اس بارہ میں اس کے بے مثل ہونے کی قسم بھی کھائی جائے تو انشاء اللہ میں امید کرتا ہوں کہ میں عند اللہ اس یمین اور قسم میں کاذب نہ ہونگا۔ وتلک یمین لست فیہا باثم، اس لئے ارادہ ہوا کہ طبع ثانی میں اس کے لطیف مضامین کے وہ اقتباسات جن کو عام اور متوسط الاستعداد طبقہ سمجھ سکے اس رسالہ میں اضافہ کروں۔ اب وہ آپ حضرات کے سامنے پیش ہے

اے پروردگار عالم۔ بضاعت مزجاۃ کو قبول کر لینا تیرے عباد مخلصین کا شعار ہے اور تو تو ارحم الراحمین اور اجود الاجودین اور اکرم الاکرمین ہے۔ پس میری اس بضاعت مزجات یعنی اس رسالہ کو اپنے فضل عظیم اور جود عمیم سے قبول فرما۔ اور اس ناچیز کو ان اللہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر کا مصداق نہ بنا۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ یا ذا الجلال والاکرام

بضاعت نیاوردم الا امید خدایا ز عفوم مکن نا امید

اللہم اجعل عملی کلہ صالحا۔ واجعلہ لوجہک خالصا۔ ولا تجعل لاحد فیہ شیئا۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔ آمین یا رب العالمین۔

محمد ادریس کان اللہ لہ و

کان ہو للہ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمد اکرم الاولین والآخرین۔ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ **اما بعد**۔ جسطرح نبی اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر کے ساتھ لیلۃ المعراج میں آسمانوں پر جانا اور پھر وہاں سے واپس آنا۔ اور جسطرح رسول مکلّم حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت الخلد سے زمین پر اترنا۔ اور جسطرح فرشتوں کا آسمانوں پر جانا اور پھر ان کا آسمان سے زمین پر آنا حق ہے۔ اسیطرح حضرت عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وبارک وسلم کا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت کے قریب اُن کا آسمان سے نازل ہونا بھی بلاشبہ حق اور ثابت ہے جیسا کہ قرآن کریم کی نصوص صریحہ اور احادیث متواترہ اور آثار صحابہ اور تابعین اور علماء ربانیین کے اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا۔

جعفر بن ابیطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اُڑنا صحیح اور قوی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اسی وجہ سے اُن کو جعفر طیار کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اخرج الطبرانی باسناد حسن عن عبداللہ بن جعفر قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنیئا لک ابوک یطیر مع الملائکۃ فی السماء کذا فی فتح الباری۔ صـ ۶۲ ج ۷ زرقانی شرح مواہب صـ ۲۷۵ ج ۲ امام طبرانی نے باسناد حسن عبداللہ بیٹے جعفر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایکبار یہ ارشاد فرمایا کہ اے جعفر کے بیٹے عبداللہ تجھ کو مبارک ہو۔ تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اُڑتا پھرتا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جعفر جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ اُڑتا پھرتا ہے ان ہاتھوں کے عوض میں جو غزوہ موتہ میں کٹ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ملائکہ کی طرح دو بازو عطا فرمادئے ہیں۔ اور اس روایت کی سند نہایت جیّد اور عمدہ ہے۔ (زرقانی صـ ۲۷۵ ج ۲) و فتح الباری صـ ۶۲ ج ۷۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسبارہ میں ایک شعر ہے ؎

وَجَعْفَرُ الَّذِیْ یُضْحِیْ وَیُمْسِیْ   یَطِیْرُ مَعَ الْمَلَائِکَۃِ ابْنُ اُمِّیْ

ترجمہ:۔ "وہ جعفر کہ جو صبح وشام فرشتوں کے ساتھ اُڑتا ہے وہ میری ہی ماں کا بیٹا ہے"۔

اور علیٰ ہذا عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غزوہ بیر معونہ میں شہید ہونا۔ اور پھر اُن کے

جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا۔ روایات میں مذکور ہے۔ جیسا کہ حافظ عسقلانی نے اصابہ میں اور حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب ج ۲ صفحہ ۸۲ میں ذکر کیا ہے۔ جبار بن سلمی جو عامر بن فہیرہؓ کے قاتل تھے وہ اسی واقعہ کو دیکھ کر ضحاک بن سفیان کلابی کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور یہ کہا۔ دعانی الی الاسلام ما رأیت من مقتل عامر بن فہیرۃ ورفعہ الی السماء۔ یعنی عامر بن فہیرہ کا شہید ہونا اور اُنکا آسمان پر اٹھایا جانا میرے اسلام لانیکا باعث بنا۔ ضحاک نے یہ تمام واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں لکھ کر بھیجا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا فان الملائکۃ وارت جثتہ وانزل فی علیین۔ یعنی فرشتوں نے اس کے جثہ کو چھپا لیا۔ اور وہ علیین میں اتارے گئے۔ ضحاک ابن سفیان کے اس تمام واقعہ کو امام بیہقی اور ابو نعیم اصفہانی دونوں نے اپنی اپنی دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے۔ (شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور للعلامۃ السیوطی صفحہ ۱۲۷) اور حافظ عسقلانی نے اصابہ میں جبار بن سلمی کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اجمالاً اشارہ فرمایا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ شرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ عامر بن فہیرہؓ کے آسمان پر اٹھائے جانیکے واقعہ کو ابن سعد اور حاکم اور موسیٰ ابن عقبہ نے بھی بیان کیا ہے۔ غرض یہ کہ یہ واقعہ متعدد اسانید اور مختلف روایات سے ثابت اور محقق ہے۔

واقعہ رجیع میں جب قریش نے خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی پر لٹکایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمریؓ کو خبیب کی نعش کے اتار لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ عمرو بن امیہ وہاں پہونچے اور خبیب کی نعش کو اتارا۔ دفعتہً ایک دھما کا سنائی دیا۔ پیچھے پھر کر دیکھا اتنی دیر میں نعش غائب ہو گئی۔ عمرو بن امیہ فرماتے ہیں گویا زمین نے اون کو نگل لیا۔ ابتک اسکا کوئی نشان نہیں ملا اس روایت کو امام احمد ابن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ (زرقانی شرح مواہب ج ۱ صفحہ ۳۷)

شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو بیہقی اور ابو نعیم نے بھی روایت کیا ہے۔ حافظ عسقلانی نے اصابہ میں فرماتے ہیں کہ خبیبؓ کو زمین نے نگلا۔ اسیوجہ سے انکا لقب بلیع الارض ہو گیا۔ اور ابو نعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ عامر بن فہیرہؓ کی طرح خبیبؓ کو بھی فرشتے آسمان پر اٹھا لے گئے۔

ومما یقوی قصۃ الرفع الی السماء ما اخرجہ النسائی والبیہقی والطبرانی وغیرہم من حدیث جابر

بلیع الارض کے معنی یہ ہیں زمین کا نگلا ہوا ۱۲

ان طلحۃ اصیبت انا ملہ یوم احد فقال حس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو قلت بسم اللہ لرفعتک الملائکۃ والناس ینظرون الیک حتی تلج بک فی جو السماء (شرح الصدور صـ۱۷۱) (ترجمہ) شیخ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ اور خبیب رضی اللہ عنہما کے واقعہ رفع الی السماء کی وہ واقعہ بھی تائید کرتا ہے جس کو نسائی اور بیہقی اور طبرانی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غزوہ احد میں حضرت طلحہ کی انگلیں جب زخمی ہوگئیں تو اس تکلیف کی حالت میں زبان سے - حس - یہ لفظ نکلا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو بجائے حس کے بسم اللہ کہتا تو لوگ دیکھتے ہوئے ہوتے اور فرشتے تجھ کو اٹھا کر لے جاتے یہاں تک تجھ کو آسمان میں لے کر گھس جاتے۔

واخرج ابن ابی الدنیا فی ذکر الموتی عن زید بن اسلم قال کان فی بنی اسرائیل رجل قد اعتزل الناس فی کہف جبل وکان اہل زمانہ اذا قحطوا استغاثوا بہ فدعی اللہ فسقاہم فمات فاخذوا فی جہازہ فبینا ہم کذلک اذا ہم بسریر یرفرف فی عنان السماء حتی انتہی الیہ فقام رجل فاخذہ فوضعہ علی السریر فارتفع السریر والناس ینظرون الیہ فی الہواء حتی غاب عنہم (شرح الصدور صـ۱۷۳) ترجمہ ابن ابی الدنیا نے ذکر الموتی میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا کہ جو پہاڑ میں رہتا تھا جب قحط ہوتا تو لوگ اس سے بارش کی دعا کراتے وہ دعا کرتا۔ اللہ تعالیٰ اسکی دعا کی برکت سے باران رحمت نازل فرماتا۔ اس عابد کا انتقال ہوگیا لوگ اسکی تجہیز وتکفین میں مشغول تھے اچانک ایک تخت آسمان سے اترتا ہوا نظر آیا یہانتک اس عابد کے قریب آکر رکھا گیا۔ ایک شخص نے کھڑے ہوکر اس عابد کو اس تخت پر رکھدیا۔ اسکے بعد وہ تخت اوپر اٹھتا گیا لوگ دیکھتے رہے یہانتک وہ تخت غائب ہوگیا۔ اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے زمین پر اترنا مستدرک حاکم میں مفصل مذکور ہے۔ مستدرک صـ۵۷۹ ج ۲۔

مقصد ان واقعات کے نقل کرنیسے یہ ہے کہ منکرین اور ملحدین خوب سمجھ لیں کہ حق جل شانہٗ نے اپنے محبین اور مخلصین کی اس خاص طریقہ سے بارہا تائید فرمائی کہ انکو صحیح وسالم فرشتوں نے آسمان پر اٹھوالیا اور دشمن دیکھتے ہی رہگئے تاکہ اسکی قدرت کاملہ کا ایک نشان اور کرشمہ ظاہر ہو اور اسکے

نیک بندونکی کرامت اور منکرین معجزات وکرامات کی رسوائی و ذلت آشکارا ہوا ور اس قسم کے خوارق کا ظہور مومنین اور مصدقین کے لئے موجب طمانیت اور مکذبین کے لئے اتمام حجت کا کام دے۔ اور ان واقعات سے یہ امر بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا نہ قانون قدرت کے خلاف ہے نہ سنت اللہ کے متصادم ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں سنت اللہ یہی ہے کہ اپنے خاص بندوں کو آسمان پر اٹھا لیا جائے تاکہ اس ملیک مقتدر کی قدرت کا ایک کرشمہ ظاہر ہو اور لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ جسطرح وہ خداوند ذوالجلال بے چون و بیچگون ہے اسیطرح اس کے افعال و صفات بھی بے چون و بیچگون اور وراء الورا، اور ہمارے حیطہ عقل سے باہر ہیں۔ اسکی قدرت و مشیت کا نہ کوئی قانون احاطہ کر سکتا ہے اور نہ کوئی تتبع اور استقرا، قدرت الٰہیہ کو اپنی ناقص عقلوں کے تابع کر کے قانون قدرت اسکا نام رکھنا۔ اور پھر انبیاء و مرسلین کے معجزات اور آیات بینات کو جو صریح قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں اپنے مخترع قانون قدرت کے خلاف سمجھ کر ان کی تکذیب کر دینا اسی کا نام الحاد اور زندقہ ہے۔ خداوند ذوالجلال کی غیر محدود اور غیر متناہی قدرت کو اپنے فہم ناقص کے تابع کر دینا اور جو امور الٰہیہ عقل اور حواس کے ادراک سے باہر اور بالا ہوں عقل اور حواس اس کے ادراک سے عاجز اور درماندہ ہوں ان کو قانون قدرت کے خلاف کہہ کر محال بتلا دینا یہ صریح کفر نہیں تو اور کیا ہے ؎

بر ہوا تاویل قرآن می کنی ‏ ‏ پست و کژ شد از تو معنی سنی

غرض یہ کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا قطعاً محال نہیں بلکہ ممکن اور واقع ہے۔ اور اسی طرح کسی جسم عنصری کا بغیر کھائے اور پئے زندگی بسر کرنا بھی محال نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دجال ظاہر ہوگا تو شدید قحط ہوگا اور اہل ایمان کو کھانا میسر نہ آئیگا۔ اسپر صحابہؓ نے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسوقت اہل ایمان کا کیا حال ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا یجزیھم ما یجزی اہل السماء من التسبیح والتقدیس۔ یعنی اسوقت اہل ایمان کو فرشتوں کی طرح تسبیح و تقدیس ہی غذا کا کام دیگی۔

جیسے حضرت آدم علیہ السلام اکل شجرہ سے پہلے ملائکہ کیطرح زندگی بسر فرماتے تھے تسبیح و تہلیل ہی انکا رزق تھا پس کیا حضرت مسیح جو کہ نفخہ جبرئیل سے پیدا ہونیکی وجہ سے صورۃً انسان اور معنیً فرشتہ ہیں اور جبرئیل امین ان کے لئے بمنزلہ والد کے ہیں۔ کیا بغیر کھائے اور پئے حسب قاعدۂ الولد سر لابیہ (بیٹا

باپ کا نمونہ ہوتا ہے) جبرئیل امین کیطرح تسبیح و تہلیل سے زندگی بسر نہیں فرما سکتے۔ وقال تعالیٰ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ کیا اصحاب کہف کا تین سو نو سال تک بغیر کھائے او پئے زندہ رہنا اور حضرت یونس علیہ السلام کا شکم ماہی میں بغیر کھائے اور پئے زندہ رہنا قرآن کریم میں صراحتہً مذکور نہیں؟ اور یونس علیہ السلام کے بارہ میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون اس پر صاف دلالت کرتا ہے کہ یونس علیہ السلام اگر مسبحین میں سے نہ ہوتے تو اسیطرح قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ٹھیرے رہتے اور بغیر کھائے اور پئے زندہ رہتے۔

رہا ملحدین کا یہ سوال کہ زمین سے لیکر آسمان تک کی طویل مسافت کا چند لمحوں میں طے کر لینا کیسے ممکن ہے۔ سو جواب یہ ہے کہ حکمار جدید لکھتے ہیں کہ نور ایک منٹ میں ایک کروڑ تیس لاکھ میل کی مسافت طے کرتا ہے۔ بجلی ایک منٹ میں پانچسو مرتبہ زمین کے گرد گھوم سکتی ہے۔ اور بعض ستارے ایک ساعت میں آٹھ لاکھ اسی ہزار میل حرکت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں انسان جس وقت نظر اٹھا کر دیکھتا ہے تو حرکت شعاعی اسقدر سریع ہوتی ہے کہ ایک ہی آن میں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ آسمان حائل نہ ہوتا تو اور دور تک وصول ممکن تھا۔ نیز جسوقت آفتاب طلوع کرتا ہے تو نور شمس ایک ہی آن میں تمام کرہ ارضی پر پھیل جاتا ہے حالانکہ سطح ارضی (۲۰۳۶۳۶۳۶) کروڑ فرسخ ہے جیسا کہ سبع شداد کے صفحہ ۱۴ پر مذکور ہے۔ اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ لہٰذا مجموعہ (۶۱۰۹۰۹۰۸) کروڑ میل ہوا۔ حکمائے قدیم کہتے ہیں کہ جتنی دیر میں جرم شمس تمامہ طلوع کرتا ہے اتنی دیر میں فلک اعظم کی حرکت (۵۱۹۶۰۰) لاکھ فرسخ اور ہر فرسخ چونکہ تین میل کا ہوتا ہے لہٰذا مجموعہ مسافت (۱۵۵۸۸۰۰) لاکھ میل ہوئی۔ نیز شیاطین اور جنات کا مشرق سے لیکر مغرب تک آنِ واحد میں منتقل ہو جانا اکثر مذاہب میں مسلم ہے۔ پس جب شیاطین کے لئے آن واحد میں اسقدر طویل مسافت کا طے کر لینا ممکن ہے تو کیا خداوند عالم اور قادر مطلق کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی خاص بندے کو چند لمحوں میں اسقدر طویل مسافت طے کرا دے۔

آصف بن برخیا کا مہینوں کی مسافت سے بلقیس کا تخت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دینا قرآن کریم میں مصرح ہے سبحانہ تعالیٰ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راٰہ مستقرا عندہ قال ہذا من فضل ربی۔

اسیطرح سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کا مسخر ہونا بھی قرآن کریم میں مذکور ہے کہ وہ ہوا

سلیمان علیہ السلام کے تخت کو جہاں چاہے اڑا کر لیجاتی اور مہینوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کرتی۔
کما قال تعالیٰ وسخرنا له الریح تجری بامرہ ۔
آجکل کے ملحدین فی گھنٹہ تین سو میل کی مسافت طے کرنیوالے ہوائی جہاز پر تو ایمان لے آئے ہیں مگر نہ معلوم سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بھی ایمان لاتے ہیں یا نہیں۔
افسوس اور صد افسوس کہ آجکل لوگ یورپ کے عیاشوں اور بدمعاشوں کے خبروں کی اگرچہ وہ بعد میں غلط ہی ظاہر ہوں فوراً تصدیق کرتے ہیں۔ اور انبیاء مرسلین کی باتوں کی جن میں کذب اور غلطی کا امکان بھی نہیں محض پیغمبر خدا کا نام آجانیسے انکی فقط تکذیب ہی نہیں بلکہ استہزا اور تمسخر کرتے ہیں۔ اے ارحم الراحمین تو ان لوگوں کو ہدایت فرما اور ہمارے دلوں کو اپنی اور اپنے پیغمبر کی عظمت اور محبت سے لبریز فرما۔ آمین ثم آمین۔
مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص۴۷ ج۱ تقطیع خورد اور ص۲۶ ج۱ تقطیع کلاں پر لکھتے ہیں کہ کسی جسد عنصری کا آسمان پر جانا سراسر محال ہے اسلئے کہ ایک جسم عنصری طبقہ ناریہ اور کرہ زمہریریہ سے کسطرح صحیح وسالم گزر سکتا ہے۔
جواب یہ ہے کہ جسطرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا لیلۃ المعراج میں اور ملائکۃ اللہ کا لیل و نہار طبقہ ناریہ اور کرہ زمہریریہ سے مرور و عبور ممکن ہے اسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی عبور و مرور ممکن ہے۔
اور جس راہ سے حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر ہبوط اور نزول ہوا ہے اسی راہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہبوط اور نزول بھی ممکن ہے۔
حضرت علیہ السلام پر آسمان سے مائدہ کا نازل ہونا قرآن کریم میں صراحتہً مذکور ہے کما قال تعالیٰ اذ قال الحواریون ... یاعیسی بن مریم ہل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء۔ الی قولہ تعالیٰ قال عیسی بن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیداً لاولنا وآخرنا وآیۃ منک وارزقنا وانت خیر الرازقین قال اللہ انی منزلہا علیکم۔ پس اس مائدہ کا نزول بھی طبقہ ناریہ ہی میں ہو کر ہوا ہے مرزا صاحب کے زعم فاسد اور خیال باطل کی بناء پر اگر وہ نازل ہوا ہوگا تو طبقہ ناریہ کی حرارت اور گرمی سے جل کر خاکستر ہو گیا ہوگا نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ یہ سب شیاطین الانس کے وسوسے اور انبیاء و

مرسلین کی آیات نبوت اور کرامات رسالت پر نہ ایمان لانیکے بہلنے ہیں کیا خداوند ذوالجلال عیسیٰ علیہ السلام کے لئے طبقۂ ناریہ کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرح برد اور سلام نہیں بنا سکتا کیوں نہیں کر سکتا۔ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون ۔ سبحان ذی الملک والملکوت والعزت والجبروت آمنت باللہ وکفرت بالطاغوت ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی دلیل

(قال اللہ عزّ و جلّ)

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِم بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۔

ترجمہ۔ اور اٹھایا ہم نے ان پر کوہ طور عہد لینے کے لئے اور کہا ہم نے کہ دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو۔ اور یہ بھی کہا کہ ہفتہ کے دن میں حد سے تجاوز نہ کرنا اور ان سے پختہ عہد لے لیا۔ پس ان کے عہد پختہ عہد توڑنے پر اور اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے پر اور انبیاء اللہ کے جان بوجھ کر ناحق قتل کرنے پر اور اس کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر پردہ ہے جو خدا کا غضب ان پر نازل ہوا وہ بیان میں نہیں آسکتا۔ بلکہ اللہ نے انکے کفر کی وجہ سے ان پر مُہر لگا دی ہے پس نہیں ایمان لائیں گے۔ اور انکے کفر پر اور حضرت مریم پر بہتان لگانے پر اور اس کہنے پر کہ ہمنے مسیح عیسیٰ ابن مریم جو اللہ کے رسول تھے انکو قتل کر دیا۔ اسپر بھی جو ان پر خدا کی لعنت اور خدا کا غضب اور قہر نازل ہوا اسکی کوئی حد اور نہایت نہیں جو کوئی بتلا سکے۔ انکا یہ قول کہ ہمنے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا بالکل غلط ہے۔ ورنہ انکو قتل کیا اور نہ سولی دی لیکن انکو اشتباہ ہو گیا۔ اور جو لوگ انکے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ سب شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ انکو اس بارہ میں کوئی علم نہیں سوائے گمان کی پیروی کے اور یقیناً انکو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انکو اپنی طرف اٹھا لیا

اور ہے اللہ غالب اور حکمت والا" کہ اوسکا حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھا لینا حکمت سے خالی نہیں۔

پہلی آیت میں یہود کے دلوں پر مہر لگانیکی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اونہوں نے عہد شکنی کی اور انبیاء اللہ کو قتل کیا۔ دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت مریمؑ پر بہتان لگانیکی وجہ سے اور محض اس کہنے کی وجہ سے کہ ہمنے مسیح بن مریم کو قتل کیا۔ یہود اللہ کے مغضوب اور ملعون بنے۔ پہلی آیت کیطرح اسطرح نہیں فرمایا کہ قتلہم المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ کہ مسیح بن مریم کے قتل کرنیکی وجہ سے ملعون ہوئے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح بن مریم قتل نہیں ہوئے قول ہی قول ہے اور محض زبانی دعوے ہے کہ ہمنے مسیح بن مریم کو قتل کیا۔

نیز وقولہم انا قتلنا المسیح الآیۃ میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ اسقدر غضب اور لعنت تو محض اس قول کی وجہ سے اگر واقع میں قتل کرتے تو نہ معلوم کسقدر غضب اور لعنت کے مورد بنتے اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص یہ کہے کہ مسیح عیسیٰ بن مریم مقتول اور مصلوب ہوئے وہ بلاشبہ ملعون اور مغضوب الٰہی ہے۔ یہود کا دعوے یہ تھا کہ ہمنے مسیح بن مریم کو قتل کردیا۔ نصاریٰ نے یہود کے کہنے سے اس دعوے کو تسلیم کر لیا۔ اگر وجہ قتل اور سبب صلب میں یہود و نصاریٰ مختلف ہیں۔ یہود کے نزدیک قتل کی وجہ یہ ہے کہ معاذ اللہ نبی کاذب تھے۔ توریت کے حکم کے مطابق قتل کردئے گئے اسلئے کہ توریت میں یہ حکم مذکور ہے کہ نبی کاذب قتل کیا جائے اور نصاریٰ کے نزدیک یہ قتل بطور کفارہ تھا۔ بہر حال یہود اور نصاریٰ اسمیں متفق ہیں کہ قتل ہوا لیکن قتل کے بعد کیا ہوا نصاریٰ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھالئے گئے۔ یہود اسکا انکار کرتے ہیں حق تعالےٰ شانہ نے آئندہ آیت میں واقعہ قتل اور صلب کی سرے ہی سے نفی فرمائی اور اسبارہ میں یہود اور نصاریٰ دونوں کا رد فرمایا۔ اور فقط رفع الی السماء میں نصاریٰ کے عقیدہ کی تصدیق فرمائی۔ جیسا کہ قرآن کریم کا طریق ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے عقائد فاسدہ کا رد کرتا ہے۔ اور جو بات انکی حق ہوتی ہے اسکو برقرار رکھتا ہے۔ چنانچہ اس مقام پر بھی ایسا ہی کیا کہ غلطی کا ازالہ فرمایا اور صحیح کی تصحیح اور صواب کی تصویب فرمائی جیسا آئندہ آیت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ زبان سے کہتے ہیں کہ ہمنے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کیا۔ حالانکہ انہوں نے نہ اونکو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن انکو اشتباہ اور التباس ہو گیا۔ اسمقام پر حقتعالیٰ شانہ نے دو لفظ استعمال فرمائے۔ ایک ما قتلوہ جسمیں قتل کی نفی فرمائی دوسرا وما صلبوہ

جس میں صلیب پر چڑھائے جانیکی نفی فرمائی - اس لئے کہ اگر فقط و ما قتلوہ فرماتے تو یہ احتمال رہجاتا کہ ممکن ہے کہ قتل نہ کئے گئے ہوں بلکہ صلیب پر چڑھائے گئے ہوں - اور علیٰ ہذا اگر فقط و ما صلبوہ فرماتے تو یہ احتمال رہجاتا کہ ممکن ہے کہ صلیب پر نہ چڑھائے گئے ہوں بلکہ قتل کردئے گئے ہوں - علاوہ ازیں بعض مرتبہ یہود ایسا بھی کرتے تھے کہ اول قتل کرتے اور پھر صلیب چڑھاتے اسلئے حقتعالیٰ شانہ نے قتل اور صلب دونوں کو علحدہ علحدہ ذکر فرمایا اور پھر ایک حرف نفی پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ حرف نفی یعنی کلمہ ما کو قتل اور صلب ہر ایک کے ساتھہ علحدہ علحدہ ذکر فرمایا - تاکہ ہر واحد کی نفی اور ہر ایک کا جدا گانہ اور مستقلاً رد ہو جائے - اور خوب واضح ہو جائے کہ ہلاکت کی کوئی صورت ہی پیش نہیں آئی - نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے - اور نہ مقتول ہو کر صلیب پر چڑھائے گئے - دشمنوں نے ایڑی چوٹی کا سارا زور ختم کر دیا مگر سب بیکار - وہ قادر توانا جس کو بچانا چاہے اُسکو کون ہلاک کر سکتا ہے ؎

کہ زور آور د گر تو یاری دہی + کہ گیر د چو تو رستگاری دہی

مرزائی جماعت کا یہ خیال ہے کہ اس آیت میں مطلق قتل اور صلب کی نفی مراد نہیں بلکہ ذلت اور لعنت کی موت کی نفی مراد ہے - جواب یہ ہے کہ آیت قرآنی میں مطلق قتل اور صلب کی نفی مذکور ہے یہ قید کہاں سے اضافہ کیگئی - نہ قرآن کریم میں اس قید کا نام و نشان ہے اور نہ کسی صحیح اور ضعیف حدیث میں اور نہ کسی صحابی اور نہ کسی تابعی کے اثر اور قول میں اسکا کوئی نشان اور اثر ہے - محض اوہام اور ظنون سے قرآن کریم کے اطلاق کو کیسے مقید کیا جا سکتا ہے - اور اگر یہ کہا جائے کہ یہود اسکے قائل ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہود تو ہزارہا مزخرفات اور اباطیل کے قائل ہیں تو کیا قرآن کریم کی تفسیر کو اُنکے مزعومات فاسدہ اور خیالات باطلہ کے تابع کیا جا سکتا ہے - حاشا ثم حاشا - علاوہ ازیں اسکو اگر تسلیم بھی کرلیں تو تب بھی آیت میں یہود بے بہبود کا پورا رد موجود ہے - اسلئے کہ یہود کا گمان یہ تھا کہ نبی کاذب ضرور قتل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ قتل ہی نہیں کئے گئے اور نہ صلیب پر چڑھائے گئے اسلئے کہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی تھے -

---

علاوہ ازیں اگر یہود کے اس مزعوم کی رعایت کیجائے تو وقتلھم الانبیاء ویقتلون النبیین

ئے یہ معنی ہونے چاہئیں کہ معاذ اللہ کہ وہ انبیاء ذلت اور لعنت کی موت مرے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبا۔

ولکن شبہ لہم۔ یعنی انکو اشتباہ ہوگیا۔ حضرت شاہ عبد القادر صاحب اسطرح ترجمہ فرماتے ہیں "لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے"۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باسناد صحیح منقول ہے کہ جب یہود یوں نے حضرت مسیح کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو مکان کے کسی دریچے وغیرہ سے آسمان پر اٹھالیا اور انہیں میں سے ایک شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ بنادیا۔ یہودیوں نے اسکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر قتل کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۔)

یہ روایت حدیث کی متعدد کتابوں میں موجود ہے۔ اور اس کی اسناد کے راوی علی شرط البخاری ہیں۔ جسطرح فرشتوں کا بشکل بشر متمثل ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا ثعبان (اژدہا) بنجانا قرآن عزیز میں مذکور ہے۔ اور انبیاء اللہ کے لئے پانی کا شراب اور زیتون بنجانا نصاریٰ کے نزدیک مسلم ہے۔ پس ایک شخص کے عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہوجانے میں کیا استبعاد ہے۔ احیاء موتیٰ اور ابراء اور اکمہ وابرص کا معجزہ القاء شبہ کے معجزہ سے بہت زیادہ بلند اور ارفع ہے۔ پس حضرت عیسیٰؑ کی احیاء موتیٰ کے معجزہ کو تسلیم کرنا۔ اور القاء شبہ کے معجزہ میں تردد کرنا عاقل کا کام نہیں۔

جب قتل کر چکے تو خیال آیا کہ اسکا چہرہ تو حضرت مسیح کے مشابہ ہے مگر باقی بدن ہمارے ساتھی کا معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ مقتول اگر مسیح ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا۔ اور اگر ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں گئے۔ غرض یہ کہ آپس میں اختلاف شروع ہوا۔ حقتعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔

اور بے شک وہ لوگ جو اسمیں مختلف باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہ البتہ شبہ اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔ کچھ نہیں انکو اسکی خبر وہ صرف اٹکل پر چل رہے ہیں۔ اور یقیناً انکو نہیں قتل کیا۔ بلکہ اسکو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ اور ہے اللہ زبردست اور حکمت والا کہ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے حضرت مسیحؑ کو آسمان پر اٹھالیا۔ اور یہود میں سے ایک شخص کو انکے مشابہ بنادیا۔ اپنے نبی کو اسطرح بچایا کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلا۔ سب کے سب دیکھتے رہ گئے کہ حضرت عیسیٰ کہاں گئے۔

خلاصہ یہ کہ ان آیتوں سے یہود کا جواب دینا مقصود ہے جو یہ کہتے تھے کہ ہمنے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تو حقتعالیٰ نے اسکے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہود نہ انکو قتل کر سکے نہ سولی پر چڑھا سکے

بلکہ اللہ نے انکو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اب ظاہر ہے کہ قتلوہ اور صلبوہ کی ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کے جسد اور جسم مبارک کی طرف راجع ہیں۔ روح یا اسم کیطرف راجع نہیں۔ کیونکہ قتل کرنا۔ اور صلیب پر چڑھانا جسم ہی کا ممکن ہے۔ روح کا قتل کرنا اور روح کا صلیب پر چڑھانا قطعاً محال ہے۔ لہذا بل رفعہ کی ضمیر بھی اسی جسم کی طرف راجع ہے جس جسم کیطرف صلبوہ اور قتلوہ کی ضمیریں راجع ہیں۔ یہود روح کے قتل کے مدعی نہ تھے بلکہ جسم کے قتل کے مدعی تھے۔ اس لئے اسکی تردید بل رفعہ اللہ میں جسم کا رفع مراد ہو گا۔ کلام عرب میں کلمہ بل ماقبل سے اضراب اور اعراض کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ لہذا ماقبل اور مابعد میں منافات اور تضاد کا ہونا ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جسم ہی کا رفع قتل اور صلب کے منافی اور معارض ہو سکتا ہے۔ رفع روح اور رفع عزت اور رفعت شان اور بلندی رتبہ قتل اور صلب کے منافی نہیں۔ بلکہ قتل اور صلب کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ شہداء مسلمین میں قتل کے ساتھ رفع روحانی اور رفعت شان بھی موجود ہے بلکہ جسقدر قتل اور صلب ظلماً ہو گا اسیقدر عزت اور رفعت شان میں اضافہ ہو گا۔ اور اسیقدر درجات بلند ہونگے۔

پس ضروری ہوا کہ بل رفعہ اللہ الیہ میں رفع سے رفع بجسدہ العنصری ہی مراد لیا جائے۔ ورنہ رفع روحانی تو قتل اور صلب کے منافی نہیں۔ ورنہ اس محل پر کلمہ بل کا استعمال جو اعراض اور ماقبل کے ابطال کے لئے وضع ہوا ہے بالکل بے محل ہو گا۔

دوم یہ کہ جس جگہ لفظ رفع کا مورد یا مفعول یا متعلق جسمانی شئی ہو تو اس جگہ یقیناً جسم کا رفع مراد ہو گا۔ اور اگر اسکا مفعول یا مورد ذکر یا درجہ یا منزلہ ہو تو اسوقت رفع مرتبت اور بلندی رتبہ کے معنی مراد ہونگے۔ کما قال تعالیٰ۔ ورفعنا فوقکم الطور۔ (اٹھایا ہمنے تمپر کوہ طور کو۔ اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونہا۔ (اللہ ہی نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جن کو تم دیکھ رہے ہو۔ واذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت واسمٰعیل۔ (یاد کرو اسوقت کو کہ جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔ اور اسمٰعیل انکے ساتھ تھے)۔ ورفع ابویہ علی العرش (یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا۔) ان تمام مواقع میں لفظ رفع اجسام میں مستعمل ہوا ہے لہذا سب جگہ زمین سے اٹھا لینے کے معنی مراد ہیں اور ہر جگہ جسمانی رفع مراد ہے۔

اور رفعنا لک ذکرک۔ (ہمنے آپکا ذکر بلند کیا) اور رفعنا بعضہم فوق بعض درجات۔ (ہم نے

بعض کو بعض پر درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے بلند کیا) اس قسم کے مواضع میں رفعت شان اور بلندی رتبہ مراد ہے اس لئے کہ رفع کے ساتھ خود ذکر او درجہ کی قید مذکور ہے۔ الحاصل لفظ رفع جب کبھی جسمانیات میں مستعمل ہوتا ہے تو اوس سے رفع جسمانی ہی مراد ہوتا ہے۔ روحانی رفع یا عزت کی موت ہرگز مراد نہیں ہوتی۔

اسیطرح آیت بل رفعہ اللہ میں کہ جسمیں رفعہ کی ضمیر مفعول حضرت مسیح بن مریم کے جسد اطہر و جسد مبارک کی طرف راجع ہے قطعاً اور یقیناً جسم ہی کا رفع مراد ہوگا۔ یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی ثابت کرنے کے لئے نص قطعی ہے۔ قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم میں لفظ رفع جب کبھی جسمانیات میں مستعمل ہوا تو بلا کسی قرینہ صارفہ کے اس سے رفع جسمانی ہی مراد لیا گیا ہے جیسا کہ ناظرین کو ان نظائر اور امثلہ سے واضح ہوگا۔ قرآن کریم کی نظائر ہم پیش کر چکے ہیں۔ اب چند نظائر حدیث کی پیش کرتے ہیں۔

نظیر اوّل

عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا کبر للرکوع و اذا رفع راسہ۔ رواہ البخاری ومسلم وغیرہما۔ ۱۲ منہ

عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام افتتاح صلوٰۃ کے وقت شانوں تک دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور علیٰ ہذا جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی ہاتھ اٹھاتے۔ بخاری ومسلم وغیرہما۔

نظیر دوم

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت اسید بن حضیر قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے تھے اثناء تلاوت میں سر اوپر اٹھایا۔ چنانچہ حدیث شریف کے یہ لفظ ہیں فرفع راسہ الی السماء۔ کیا مرزا صاحب کہہ سکتے ہیں کہ یہ رفع روحانی تھا؟

نظیر سوم

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخائط لا یرفع ثوبہ حتی یدنو من الارض۔ مجمع البحار۔ صفحہ ۲۴ ج ۲۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قضاء حاجت کے وقت اسوقت کپڑا اٹھاتے تھے جب زمین کے قریب ہو جاتے تھے۔ مجمع البحار صفحہ ۲۴۔ ج ۲۔

نظیر چہارم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاترفعن رؤسکم حتی یستوی الرجال جلوسا۔ مجمع البحار ص۴۲ ج ۲۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ ارشاد فرمایا (عورتوں سے) کہ تم اپنا سر سجدہ سے جب اٹھایا کرو کہ جب مرد ٹھیک طرح بیٹھ جائیں۔

نظیر پنجم

رفعہ علی یدیہ ای رفع الماء منتہیا الی اقصی مدیدہ لیراہ الناس۔ مجمع البحار ص۴۳ ج ۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کو اوپر اٹھایا تاکہ سب دیکھ لیں۔

نظیر ششم

عہد نبوت میں ایک بچہ کا انتقال ہوگیا اور وہ بچہ آپ کے پاس اٹھا کر لایا گیا۔ چنانچہ حدیث میں یہ لفظ ہیں۔ فرفع الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبی واللہ اعلم والحدیث فی المشکوٰۃ باب الجنائز۔ ظاہر ہے کہ یہ بچہ اسی جسد عنصری کے ساتھ اٹھا کر لایا گیا تھا کسی کے نزدیک روحانی رفع مراد نہیں۔

نظیر ہفتم

وفی حدیث آخر فنام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی سمعت غطیطہ ثم استوی علی فراشہ قاعدا فرفع راسہ الی السماء فقال سبحان الملک القدوس ثلاث مراۃ ثم تلا ہذہ الآیۃ (یعنی ان فی خلق السمٰوات) ابن کثیر۔ ص۴۳۷۔ جلد ۲۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خواب سے بیدار ہوئے اور آسمان کیطرف سر مبارک اٹھایا۔ اور تین بار سبحان الملک القدوس۔ اور پھر ان آیات کو تلاوت کیا۔ ان فی خلق السمٰوات۔ الآیات۔ ابن کثیر ص۴۳۷ جلد (۲)

نظیر ہشتم

وعن الزبیر بن العوام قال رفعت راسی یوم احد فجعلت انظر وما منہم من احد الا وہو یمیل تحت حجفتہ من النعاس وتلا ہذہ الآیۃ (امنۃ نعاسا یغشی فتح البیان ص۱۲۵ ج ۲۔

زبیر بن عوام فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ ہر شخص اپنی سپر کے نیچے جھوم رہا ہے۔ فتح البیان۔ ص۱۲۵ ۔ج ۲۔

نظیر نہم

مالک عن نافع عن عبداللہ ان الیہود جاؤا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکروا لہ رجلا منہم وامراۃ زنیا فقال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ ما تجدون فی التوراۃ فی شان الرجم فقالوا نفضحہم ویجلدون۔ قال عبداللہ بن سلام کذبتم ان فیہا الرجم فاتوا بالتوراۃ فنشر وہا فوضع احدہم یدہ علی آیۃ الرجم فقرا ما قبلہا وما بعدہا فقال عبداللہ بن سلام ارفع یدک فرفع یدہ فاذا آیۃ الرجم فقالوا صدق یا محمد فیہا آیۃ الرجم فامر بہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرجما وہذا لفظ البخاری ابن کثیر صہ ۳۴۸ ج (۳)

یہود ایک مرتبہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور یہ عرض کیا کہ ایک مرد اور عورت نے زنا کیا ہے۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ توراۃ میں زنا کا کیا حکم ہے انہوں نے کہا کچھ نفضیحۃ کر دینا اور کوڑے لگا دینا۔ عبداللہ بن سلام نے کہا غلط کہتے ہو اس میں رجم (یعنی سنگسار کرنیکا) حکم مذکور ہے توراۃ لائی گئی۔ یہود نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور ماقبل و مابعد کا حصہ پڑھ دیا عبداللہ بن سلام نے کہا ہاتھ اٹھا جب ہاتھ اٹھایا تو اسکے نیچے آیت رجم موجود تھی اسوقت سب نے کہا آنحضرت نے سچ فرمایا پھر آنحضرت نے بنا بر حکم توراۃ انکے رجم کا حکم صادر فرمایا اور وہ دونوں رجم کر دیئے گئے ابن کثیر

نظیر دہم

اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سفر میں تھے کہ حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہو گیا۔ پانی نہ تھا آیت تیمم نازل ہو گئی فقام المسلمون مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضربوا بایدیہم الی الارض ثم رفعوا ایدیہم ولم ینفضوا من التراب شیئاً فمسحوا بہا وجوہہم وایدیہم رواہ احمد بن حنبل ابن کثیر صہ ۱۹ (ج) (۳) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمین نے تیمم کے ہاتھ زمین پر مارے اور پھر اٹھائے اور بغیر جھاڑے ہاتھ اور منہ سے پونچھ لیے۔

نظیر یازدہم

وعن ابن عباسؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوۃ الی بیت المقدس رفع راسہ الی السماء فانزل اللہ فلنولینک الخ۔ ابن کثیر صہ ۳۳۵ ج (۱)

نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم جب نماز کا سلام پھیرتے تھے تو آسمان کیطرف سر اٹھا کر دیکھتے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی فلنولینک الآیۃ ابن کثیر صہ ۳۳۵ ج (۱)

نظیر دوازدہم

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا اہل الجنۃ فی نعیم اذ سطع لہم نور فرفعوا رؤسہم۔ ابن ماجہ مشکوٰۃ

جب اہل جنت عیش میں ہونگے تو اُس وقت ایک نور چمکیگا پس اہل جنت سر اٹھائینگے۔ ابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ)

نظیر سیزدہم

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلا قال ان تعذبہم فانہم عبادک فرفع یدیہ فقال اللہم امتی امتی نبکی (رواہ مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ان تعذبہم الخ اور دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ فرمایا اللّٰہم امتی امتی اور پھر روئے۔ رواہ مسلم

ان نظائر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ رفع کا مفعول اور مورد جب کوئی جسمانی شی ہوگی تو اس وقت رفع جسمانی ہی مراد ہوگا روحانی رفع یا عزت کی موت کسی جگہ مراد نہیں۔ یہ صرف مرزا صاحب کا وسوسہ ہے الا امانی وان ہم الا یظنون۔

سوم یہ کہ اس آیت کا صریح مفہوم اور مدلول یہ ہے کہ جسوقت یہود نے حضرت مسیحؑ کے قتل اور صلب کا ارادہ کیا اسوقت قتل و صلب تو نہو سکا بلکہ بجائے قتل اور صلب کے اسوقت منجانب اللہ حضرت مسیح کا رفع ہوگیا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ رفع جسکا بل رفعہ اللہ میں ذکر ہے یہ پہلے سے حاصل نہ تھا۔ بلکہ اُسوقت ظہور میں آیا جب کہ یہود بے بہبود قتل اور صلب کا ارادہ کر رہے تھے اور وہ رفع کہ جو حضرت مسیحؑ کو پہلے سے حاصل نہ تھا وہ یہ تھا کہ اسوقت بجسدہ العنصری صحیح وسالم آسمان پر اُٹھالئے گئے۔ پس اگر رفع سے یہ رفعتِ شان اور بلندئ رتبہ مراد ہو تو اس خاص وقت کی کیا خصوصیت وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو پہلے ہی سے حاصل تھا۔ وہ پیشتر ہی سے اللہ کے مقربین اور صالحین میں سے تھے۔ اور منجانب اللہ وجیہاً فی الدنیا والآخرۃ کے لقب سے سرفراز ہوچکے تھے۔ رفعتِ شان اور رفع درجات تو پہلے ہی سے حاصل تھا۔ اس خاص وقت میں جب کہ یہود انکے قتل کا ارادہ کر رہے تھے کس قسم کا رفع حضرت مسیحؑ کو عطا ہوا۔ جسکا بل رفعہ اللہ میں اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔

اس جگہ بلاشبہ رفع سے حضرت مسیحؑ کا جسمانی رفع اور بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے جو انکو پہلے سے حاصل نہ تھا بلکہ اسوقت حاصل ہوا۔

اس آیت میں تو وہی رفع مراد ہو سکتا ہے کہ جو یہود کے ارادۂ قتل کے وقت حاصل ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ رفع کہ جو ارادۂ قتل کے وقت ہوا وہ رفع جسمانی او ربجسدہ العنصری آسمان پر اٹھنا ہے اور رفع عزت اور بلندیٔ مرتبہ یہود کے ارادۂ قتل سے پہلے ہی حضرت مسیح کو حاصل ہو چکا تھا اسوقت ~~یا~~ رفع یعنی رفع عزت کا ذکر کرنا بالکل بے محل ہے۔

چہارم یہ کہ قرآن کریم میں رفع کا لفظ صرف دو پیغمبروں کے لئے مستعمل ہوا ہے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے حضرت ادریس علیہ السلام کے لئے کما قال تعالیٰ۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِدْرِیْسَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا وَّ رَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا۔ اور حضرت ادریس علیہ السلام کے رفع جسمانی کا مفصل تذکرہ تفسیر روح المعانی ص۱۸۱ ج (۵) پر ملاحظہ ہو۔ وقصائص الکبریٰ ص۱۷۰ ج (۱) ص۱۶۸ ج (۱) ص۲۶۷ ج (۱) وتفسیر کبیر ص۵۴۵ ج (۵) وارشاد الساری شرح بخاری ص۲۷۳ ج (۵) وفتح الباری ص۲۲۵ ج (۱۳) ومرقاة ص۲۴۴ ج (۵) ومعالم التنزیل ص۶ ج (۳) وفی عمدة القاری ص۲۳۱ ج (۷) القول الصحیح بانہ رفع وہو حی وارشاد الساری ص۵۵۶ ج (۵) ودر منثور ص۲۷۶ ج (۴) وفی تفسیر ابن جریر ص۶۱ ج (۱۶) ان اللہ رفعہ وہو حی الی السماء الرابعة۔ وفی الفتوحات المکیة ص۳۴۱ ج (۳) والیواقیت والجواہر ص۲۴ ج (۲) فاذا انا بادریس بجسمہ فانہ ما مات الی الآن بل رفعہ اللہ مکانا علیا۔ وفی الفتوحات ص۵ ج (۱۲) ادریس علیہ السلام بقی حیا بجسدہ واسکنہ اللہ الی السماء الرابعة۔

لہٰذا تمام انبیاء میں سے انہیں دو پیغمبر دنکو رفع کیساتھ کیوں خاص کیا گیا۔ رفع درجات میں تمام انبیاء علیہم السلام شریک ہیں۔ اسی رکوع میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء کے قتل کو بیان فرمایا (وقتلہم الانبیاء) مگر انکے ساتھ بل رفعہم اللہ۔ ایسے نہیں ذکر فرمایا۔ کیا معاذ اللہ انکے درجات بلند نہیں کئے گئے۔ اور انکی ارواح طیبہ آسمان پر نہیں اٹھائی گئیں۔

پنجم یہ کہ وما قتلوہ وما صلبوہ۔ اور وما قتلوہ یقینا اور بل رفعہ۔ میں تمام ضمائر مفعول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیطرف راجع ہیں جن کو مسیح بن مریم اور رسول اللہ کہا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مسیح بن مریم اور رسول اللہ حضرت عیسیٰ کے جسم اطہر اور جسد معین کا نام اور لقب ہے مسیح اور عیسیٰ اور ابن مریم یہ اسماء اور القاب حضرت عیسیٰ کی روح کے نہیں۔ تسمیہ اور توصیف کا محل جسم ہوتا ہے جبتک ارواح کا تعلق ابدان کے ساتھ نہیں ہوتا اسوقت تک ارواح کسی اسم کے ساتھ اور کسی لقب کے ساتھ ملقب نہیں ہوتی

ششم یہ کہ یہود کی ذلت اور رسوائی حسرت اور ناکامی۔ اور مسیح علیہ السلام کی کمال عزت و رفعت اور علو مرتبت بجسدہ العنصری صحیح و سالم آسمان پر اٹھائے جانے ہی میں زیادہ ظاہر ہوئی۔
ہفتم یہ کہ رفعت شان اور علو مرتبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں و عام اہل ایمان اور اہل علم کو بھی حاصل ہے۔ کما قال تعالیٰ۔ یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔ بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم کو باعتبار درجات کے۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام میں فرماتے ہیں۔

"جاننا چاہیئے کہ اس رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے ورفعناہ مکانا علیا۔" پھر تحریر فرماتے ہیں۔ لہٰذا "یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت کے انکی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔"

مرزا صاحب کا مقصد یہ ہے کہ اس آیت سے بجائے رفع آسمانی کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ثابت کیا جائے اسلئے مرزا صاحب بار بار یہ کہتے ہیں کہ نہ رفع جسمانی پر کوئی دلیل ہے اور نہ آیت میں آسمان پر جانیکی کوئی تصریح ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ رفع سے عزت کی موت مراد لیجائے۔

مرزا صاحب کی یہ عجب دیدہ دلیری ہے کہ اس آیت سے حضرت مسیح علیہ السلام کی موت ثابت کرنا چاہتے ہیں ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ رفع کے معنے جو عزت کی موت کے مرزا صاحب نے اختراع کئے ہیں نہ وہ کسی لغت سے ثابت اور نہ کسی محاورہ سے اور نہ کسی فن کی اصطلاح ہے۔

مرزا صاحب کوئی ایک آیت یا کوئی حدیث یا کلام عرب میں سے کسی کا ایسا شعر یا کوئی ایک جملہ ہی ایسا پیش کردیں جہاں رفع کے معنی عزت کی موت کے لئے گئے ہوں۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ رفع سے عزت کی موت مراد ہے تو نزول سے ذلت کی پیدائش مراد لینی چاہئے اسلئے کہ حدیث میں نزول کو رفع کے مقابل قرار دیا ہے۔ یہ معنی مرزا صاحب ہی کے مناسب تھے۔ الحمد للہ ثم

اوئی لک فاوی۔ رہا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ رفع جسمانی پر کوئی دلیل نہیں یہ بھی غلط ہے۔ آیت سے صراحتاً ہم رفع جسمانی ثابت کر چکے ہیں۔

رہا یہ امر کہ آیت میں آسمان جانیکی کوئی تصریح نہیں سو اسکا جواب یہ ہے کہ بل رفعہ اللہ الیہ۔ (اللہ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھا لیا) اس کلام کے معنی ہی یہ ہیں کہ اللہ نے آسمان پر اٹھا لیا اسلئے کہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں چیز اللہ کیطرف اٹھا لیگئی تو اسکا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ آسمان پر اٹھائی گئی جیسا کہ تعرج الملائکۃ والروح کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے اور روح الامین اللہ کیطرف چڑھینگے یعنی آسمان پر جائینگے۔ وقال تعالیٰ الیہ یصعد الکلم الطیب (اللہ ہی کیطرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں)۔ پس جسطرح ان دونوں آیتوں میں اللہ کیطرف چڑھنے سے آسمان پر جانا مراد ہے اسیطرح بل رفعہ اللہ الیہ میں آسمان کیطرف اٹھایا جانا مراد ہے۔

اور جسکو خدا تعالیٰ نے ذرا بھی عقل دی ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ بل رفعہ اللہ الیہ کے یہ معنی کہ خدا نے اُن کو عزت کی موت دی۔ یہ معنی جسطرح لغت کے خلاف ہیں اسیطرح عقل کے بھی بالکل خلاف ہیں

دوم یہ کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باسناد صحیح یہ منقول ہے۔ لما اراد اللہ ان یرفع عیسیٰ الی السماء۔ تفسیر ابن کثیر صلعہ ج (۴) (جب اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کیطرف اٹھانیکا ارادہ فرمایا۔ الی آخر القصۃ) اسکے علاوہ متعدد احادیث میں آسمان جانیکی تصریح موجود ہے۔ وہ احادیث عنقریب ہم نقل کرینگے۔

سوم یہ کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ رفع سے ایسی موت مراد ہے جو عزت کیساتھ ہو جیسے مقربین کی موت ہوتی ہے کہ انکی روحیں مرنیکے بعد علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔

اس عبارت سے خود واضح ہے کہ بل رفعہ اللہ الیہ سے آسمان پر جانا مراد ہے۔ اس لئے کہ علیین اور مقعد صدق تو آسمان ہی میں ہیں۔ بہرحال آسمان پر جانا تو مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے اختلاف اسمیں ہے کہ آسمان پر حضرت مسیح بن مریم کی فقط روح گئی یا روح اور جسم دونوں گئے سو یہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت شریف میں بجسدہ العنصری رفع مراد ہے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری دلیل

قَالَ اللہُ عزّ وجلّ

وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا

اس آیت کا ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ اسطرح فرماتے ہیں۔ نباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آرد بعیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ۔ وروز قیامت باشد عیسیٰ گواہ بر ایشان (فائدہ) مترجم میگوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند۔ انتھٰی۔ یعنی نہیں رہیگا کوئی شخص بھی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ضرور ایمان لائیگا عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہونگے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ زمانۂ آئندہ میں ایک وقت ایسا ضرور آئیگا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت سے پیشتر تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ضرور ایمان لائینگے۔ جبتک تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئینگے اسوقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت نہیں آئیگی اور ابتک کوئی وقت ایسا نہیں آیا جسمیں تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ہوں۔ معلوم ہوا کہ اسوقت تک عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور جبتک تمام اہل کتاب ایمان نہ لائینگے اسوقت تک برابر زندہ رہینگے۔ اس آیت سے یہ بات صراحۃً معلوم ہوگئی کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت تک عیسیٰ علیہ السلام فوت نہ ہوئے تھے نزولِ آیت کے بعد اگر کوئی شخص ان کے موت کا مدعی ہے تو دلیل پیش کرے۔

اس آیت کا صحیح ترجمہ اور صحیح تفسیر جو قواعد عربیت اور محاورۂ کتاب وسنت کے بالکل موافق اور مطابق ہو وہی ہے جو ہمنے حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ سے نقل کیا اور پھر اس کی توضیح کی۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ کے ترجمہ سے صاف ظاہر ہے کہ بِهٖ اور مَوْتِهٖ کی دونوں ضمیریں حضرت مسیح کیطرف راجع ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف کی ظاہر سیاق سے معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ وما قتلوہ اور وما صلبوہ۔ اور وما قتلوہ یقیناً۔ اور بل رفعہ اللہ کی تمام ضمائر مفعول حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیطرف راجع ہیں۔ اور یہی آئندہ آیت ویوم القیمۃ یکون علیھم شھیدًا میں یکون کی ضمیر بھی

حضرت مسیحؑ کی طرف راجع ہے اسیطرح بہٖ اور موتہٖ کی ضمیریں بھی حضرت مسیح کیطرف راجع ہیں۔

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے بھی باسناد صحیح یہی منقول ہے کہ بہٖ اور موتہٖ کی ضمیریں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہیں۔ چنانچہ حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

وبھذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح ومن طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسیٰ واللہ انہ الآن لحیّ ولکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون ونقلہ عن اکثر اہل العلم ورجحہ ابن جریر وغیرہ۔ فتح الباری ص۳۵۷ ج ٦۔

اسی کا ابن عباس نے جزم اور یقین کیا جیسا کہ ابن جریر نے بروایت سعید بن جبیر ابن عباس سے باسناد صحیح روایت کیا ہے اور بطریق ابی رجاء حسن بصری سے اس آیت کی تفسیر قبل موت عیسیٰ منقول ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں واللہ حضرت عیسیٰ اس آن میں بھی زندہ ہیں جب نازل ہونگے اسوقت انپر سب ایمان لے آئینگے۔ اور یہی اکثر اہل علم سے منقول ہے اور اسی کو ابن جریر وغیرہ راجح قرار دیا ہے۔

اور قتادہ اور ابو مالک سے بھی یہی منقول ہے کہ قبل موتہٖ کی ضمیر حضرت مسیح کیطرف راجع ہے تفسیر ابن جریر ص۱۴ ج ٦۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت ہے جسکو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے اُس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہٖ اور موتہٖ کی ضمیریں حضرت علیہ السلام کیطرف راجع ہیں۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال۔ حتیٰ لایقبلہ احد حتیٰ تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً لہ من الدنیا وما فیہا۔ ثم یقول ابو ہریرۃ واقرءوا ان شئتم وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیداً

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے بیشک عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہونگے درانحالیکہ وہ فیصلہ کرنیوالے اور انصاف کرنیوالے ہونگے صلیب کو توڑینگے اور خنزیر کو قتل کرینگے۔ لڑائی کو ختم کرینگے مال کو بہادینگے یہانتک مال کو قبول کرنیوالا کوئی نہ ملیگا اور ایک سجدہ اور مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو اس حدیث کی تصدیق کیلئے یہ آیت پڑھو وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیداً۔

وکذا فی عمدۃ القاری ص۵۴۲ ج (۷) وارشاد الساری ص۴۱۶ ج (۵) ومرقات ص۲۲۱ ج (۷) ودر منثور ص۲۴۱ ج (۲) وتفسیر کبیر ص۳۴۸ ج (۳) وتفسیر ابی السعود ص۵۸۲ ج ۳۔ وفتوحات الٰہیہ ص۴۵۸ ج (۱)۔

حافظ عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وہذا مصیر من ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ الی ان الضمیر فی قولہ بہ و موتہ یعود علی عیسیٰ علیہ السلام ای الا لیؤمنن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ۔
فتح الباری ص۳۵۷ (ج) (۶)

یعنی ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا اسطرح آیت کا پڑہنا اسکی دلیل ہے کہ بہ اور موتہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیطرف راجع ہیں۔ یعنی ہر شخص زمانہ آئندہ میں حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ضرور ایمان لے آئیگا

ایک وہم کا ازالہ

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اقرأوا ان شئتم الی آخرہ۔ یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد نہیں بلکہ خود ابوہریرہؓ کا استنباط ہے جو حجۃ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ صحابی کا اثر ہے۔"

جواب

جواب یہ ہے کہ حدیث کتاب اللہ کی شرح ہے۔ قرآن کریم میں جو چیز اجمالاً مذکور ہے حدیث اسکی تفصیل ہے۔ اس لئے فقہاء صحابہؓ اس تتبع اور تلاش میں رہتے تھے کہ احادیث نبویہ اور کلمات طیبہ کا منشاء اور ماخذ کا پتہ کتاب اللہ سے چلائیں۔ اور ارشادات نبویہ کا کلمات الٰہیہ سے استنباط کریں۔

کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں تطبیق اور توفیق دینا اور حدیث کی تصدیق اور مزید توثیق کے لئے کتاب اللہ کی کسی آیت سے استشہاد کرنا یہ ہر شخص کا کام نہیں۔ جس کو خدا تعالے نے تفقہ اور استنباط کی نعمت اور دولت سے سرفراز فرمایا ہو وہی کر سکتا ہے۔

اسیطرح حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالے عنہ کی یہ عادت تھی کہ اکثر حدیث کی روایت کرکے استشہاداً کوئی آیت تلاوت فرمادیا کرتے ہیں۔ اور وہ اکثر اپنی رائے سے نہیں ہوتی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے منقول ہوتی ہے۔ لیکن بعض مرتبہ اسکی تصریح فرمادیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور بعض مرتبہ اختصاراً فقط آیت کی تلاوت پر ہی اکتفا فرماتے ہیں۔ لیکن تتبع اور استقراء جب کیا جاتا ہے تو دوسری سند سے اسکے مرفوع ہونیکی تصریح ملجاتی ہے۔ چنانچہ یہ آیت بھی اسی قبیل سے ہے اور اسکی چند نظائر ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔

نظیر اوّل

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تفضل صلوٰۃ الجمیع صلوٰۃ احدکم وحدہ بخمس وعشرین جزءً وتجتمع ملائکۃ اللیل والنہار فی صلوٰۃ الفجر ثم یقول ابو ہریرۃ واقرؤا ان شئتم ان قرآن الفجر کان مشہوداً اخرجہ البخاری ص۹ واحمد بن حنبل فی مسندہ صفحہ (۲۳۳ و ۲۶۶) ج (۲)

نظیر دوم

عن ابی ہریرۃ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی تردہ اللقمۃ واللقمتان انما المسکین الذی یتعفف واقرؤا ان شئتم یعنی قولہ تعالیٰ لا یسئلون الناس الحافاً ۔ اہ اخرجہ البخاری ص۶۵۱ واحمد بن حنبل فی مسندہ ص۳۹۵ ج (۲)

نظیر سوم

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج البہیمۃ بہیمۃ جمعاء ہل تحسون فیہا من جدعاء ثم یقول فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم اہ اخرجہ البخاری ص۷۰۴

نظیر چہارم

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خلق اللہ الخلق فلما فرغ منہ قامت الرحم فاخذت بحقو الرحمٰن فقال لہ مہ قالت ہذا مقام العائذ بک من القطیعۃ قال الا ترضین ان اصل من وصلک واقطع من قطعک قالت بلیٰ یا رب قال فہو لک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقرؤا ان شئتم فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اخرجہ البخاری ص۸۸۵ وفی روایۃ قال ابو ہریرۃ اقرؤا ان شئتم مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہا البخاری ص۶۱۷

نظیر پنجم

عن ابی ہریرۃ رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تبارک وتعالیٰ اعددت لعبادی الصٰلحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر واقرؤا ان شئتم فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین اہ اخرجہ البخاری ص۶۱۴ واحمد بن حنبل فی مسندہ ص۴۹۵ ج (۲)

نظیر ششم

عن ابی ہریرۃ یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فی الجنۃ شجرۃ یسیر الراکب فی ظلہا مائۃ عام لا یقطعہا واقرؤا

ان شئتم وظل ممدود اخرجه البخاری صـ۷۲۴ وصـ۷۱۶ ۔ واحمد بن حنبل فی مسنده (صـ۴۸۲) ج (۲)

نظیر ہفتم

عن ابی ہریرۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مؤمن الا وانا اولی بہ فی الدنیا والآخرۃ واقرأوا ان شئتم النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم ۔ آہ ۔ اخرجہ البخاری صـ۳۲۱ واحمد بن حنبل فی مسندہ صـ۳۳۴ ج (۲) وصـ۳۱۸ ج (۲)

نظیر ہشتم

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تقوم الساعۃ حتیٰ تطلع الشمس من مغربہا فاذا طلعت ورآہا الناس امن من علیہا فذلک حین لا ینفع نفسا ایمانہا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا آہ ۔ اخرجہ الامام الاحمد فی مسندہ صـ۲۳۱ ج (۲) وصـ۳۱۳ ج (۲) وصـ۳۶۸ ج (۲) وصـ۴۴۵ ج (۲) وصـ۵۳۰ ج (۲)

نظیر نہم

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولود الا نخسہ الشیطان الا ابن مریم وامہ ثم قال ابوہریرۃ اقرأوا ان شئتم انی اعیذہا بک وذریتہا من الشیطان الرجیم ۔ اہ مسند امام احمد صـ۲۳۳ ج (۲)

نظیر دہم

عن ابی ہریرۃؓ فی حدیث طویل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سئل عن الحمر الاہلیۃ فقال ما انزل اللہ علی فیہا الا الآیۃ الفاذۃ الجامعۃ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ بخاری ومسلم ومسند امام احمد صـ۲۶۲ ج ۲

تلک عشرۃ کاملۃ ۔

حضرات اہل انصاف کو ان نظائر سے غالباً یہ اچھی طرح منکشف ہو گیا ہوگا کہ حضرت ابوہریرۃؓ جب کسی حدیث کے بعد کوئی آیۃ استشہاداً ذکر فرماتے ہیں تو وہ مرفوع بھی ہوتی ہے ۔ چنانچہ اس حدیث کی بھی بعض رواۃ کو اسکے مرفوع ہونیکا گمان ہے جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے ۔ حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابی ثنا یزید انا سفیان عن الزہری عن حنظلۃ عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسی بن مریم فیقتل الخنزیر ویمحو الصلیب الی ان قال ثم تلا ابوہریرۃ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیہم شہیدا فزعم حنظلۃ ان ابا ہریرۃ قال یؤمن بہ قبل موتہ عیسیٰ فلا ادری ہذا کلہ حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم او شئ قالہ ابوہریرۃ ۔ انتہی مسند صـ۲۹۰ ج ۲ واخرجہ ابن کثیر صـ۲۳۵ ج (۳)

اور امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ حضرت

ابوہریرہؓ کی کل روایتیں مرفوع ہیں گو بظاہر وہ موقوف ہوں۔

عن محمد بن سیرین انہ کان اذا حدث عن ابی ہریرۃ فقیل لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کل حدیث ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔ شرح معانی الآثار ص۱۱ ج (۱) باب سورۃ الہرۃ۔ اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر درمنثور کے ص۲۴۲ ج (۲) پر اس روایت کو مرفوعاً نقل فرمایا ہے وہ یہ ہے اخرج ابن مردویہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان ینزل فیکم ابن مریم عدلاً یقتل الدجال ویقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی یکون السجدہ واحدۃ للہ رب العلمین واقرأوا ان شئتم وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ موت عیسی بن مریم ثم یعیدہا ابوہریرۃ ثلث مرات انتہی اور ثم یعیدہا کا لفظ نہایت صاف طور سے اسکو ظاہر کر رہا ہے کہ اس سے ماقبل کا حصہ سب مرفوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ ابوہریرہؓ ہی کا قول ہے تب بھی حجت ہے اسلئے کہ ایک صحابی کا صحابۂ کرام کے مجمع میں کسی بات کو علی الاعلان کہنا اور صحابہ کرام کا اسپر سکوت فرمانا یہ اجماع سکوتی کہلاتا ہے خصوصاً وہ بات کہ جو بار بار اور مختلف مجامع میں کہی گئی ہو۔ اور صحابہ نے اسپر کوئی اعتراض نہ فرمایا ہو یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ امر صحابہ کے نزدیک بالکل مسلم ہے اگر قابل انکار ہوتا تو ضرور صحابہ اسپر انکار فرماتے۔ صحابۂ کرام سے یہ ناممکن ہے کہ انکے سامنے کوئی قول منکر کہا جائے یا کوئی فعل منکر کیا جائے اور وہ اسپر انکار نہ فرمائیں۔

اسیطرح حضرت ابوہریرہؓ کا قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیطرف راجع کرنا اور صحابۂ کرام کے مجامع اور مجالس میں اسکو بار بار بیان فرمانا اور کسی صحابی کا اسپر انکار نہ کرنا اس امر کی قطعی اور صریح دلیل ہے کہ یہ امر تمام صحابہ کے نزدیک مسلم تھا۔ حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

وقد اختار کون الضمیرین لعیسی ابن جریر وبہ قال جماعۃ من السلف وہو الظاہر لانہ تقدم ذکر عیسی و ذہب کثیر من التابعین فمن بعدہم الی ان المراد قبل موت عیسی کما روی عن ابن عباس قبل ہذا۔ فتح الباری

دونوں ضمیروں کا یعنی بہ اور موتہ کی ضمیر کا حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہونا اسکو امام ابن جریرؒ اور سلف کی ایک جماعت راجح قرار دیتی ہے اور قرآن کریم کا ظاہر سیاق بھی اسکو مقتضی ہے کیونکہ گزشتہ کلام میں حضرت عیسیٰ ہی کا ذکر ہے اور تابعین اور تبع تابعین کثرت سے اسیطرف ہیں کہ آیت کی مراد یہ ہے کہ قبل موت عیسیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے جیسا کہ ابن عباسؓ سے

بھی مروی ہے"۔ (فتح الباری)

اور بعض مفسرین اسطرف گئے ہیں کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر کتابی اپنے مرنیسے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول برحق ہونے پر اور اللہ کے بندے ہونے پر ایمان لے آتا ہے جیسا کہ ابی بن کعب کی قرات میں ہے وان من اہل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہم ترجمہ۔ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر وہ ضرور ایمان لے آتے ہیں حضرت عیسیٰ پر اپنے مرنیسے پہلے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ اسلئے کہ اس صورت میں ایمان سے وہ ایمان مراد ہوگا کہ جو یہودی غرغرہ کے وقت ایمان لاتا ہے۔ ایسی صورت میں قبل موتہ کے بجائے حین موتہ یا عند موتہ کا لفظ مناسب تھا۔ دوسرے یہ کہ اگر موتہ کی ضمیر کتابی کیطرف راجع کیجائے تو مضارع مؤکد بنون تاکید خالص استقبال کے لئے نہ ہوگا کیونکہ اس تقدیر پر آیت کے یہ معنی ہونگے کہ ہر کتابی اپنے مرنیسے پہلے حضرت عیسیٰ پر ضرور ایمان لے آتا ہے اور یہ امر زمانہ مستقبل کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اہل کتاب اس آیت کے نازل ہونیکے وقت بھی اور اس آیت کے نازل ہونیسے پہلے بھی مرتے تھے لہٰذا اہل کتاب کا اپنے مرنے کے وقت ایمان لانا زمانہ مستقبل کے ساتھ مخصوص نہ رہا حالانکہ تمام ائمہ نحو کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ مضارع مؤکد بنون تاکید خالص استقبال کیلئے مستعمل ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جب بہٖ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے تو اگر قبل موتہ کی ضمیر کو بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کتابی وغیرہ کی طرف راجع کیجائے تو انتشار ضمائر لازم آتا ہے۔ اور ابی ابن کعب کی قرات کہ جس کو استشہاد میں پیش کیا گیا وہ قرات۔ قراءۃ شاذہ ہونیکے علاوہ کسی سند صحیح یا سند حسن سے ثابت نہیں۔ وعلیٰ ہذا اسباب میں جسقدر روایتیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔ اور اگر اس قراءۃ شاذہ کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی کوئی اشکال نہیں۔ دو قراءتیں مستقل دو آیتوں کا حکم رکھتی ہیں۔ ابی بن کعب کی قرات سے اہل کتاب کا اپنے مرنیسے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا معلوم ہوتا ہے۔ اور قراءۃ متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ آئندہ میں تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئینگے۔

دونوں قراتوں میں کوئی تعارض نہیں دونوں حق ہیں۔ ہر کتابی اپنے مرنیکے وقت بھی حضرت مسیح پر ایمان لاتا ہے اور جب قیامت کے قریب حضرت مسیح آسمان سے نازل ہونگے اسوقت بھی تمام اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کے فوت ہونیسے پہلے ایمان لے آئینگے۔ ابی ابن کعب کی قراءۃ میں اہل کتاب

اور اس ایمان کا تذکرہ ہے کہ جو خروج روح کے وقت لاتے ہیں۔ اور قراءۃ متواترہ میں اس ایمان کا ذکر ہے کہ جو تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ کے آسمان سے نازل ہونے کے بعد اور فوت ہونے سے قبل حضرت مسیح پر ایمان لائیں گے۔ غرض یہ کہ ہر قراءت میں ایک جدا واقعہ کا ذکر ہے۔ جیسے الم غلبت الروم میں دو قراءتیں ایک معروف اور ایک مجہول اور ہر قراءت میں علیحدہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات صحابہ اور تابعین سے یہ قراءۃ شاذہ منقول ہے وہ سب کے سب بالاتفاق حضرت مسیح کے بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب آسمان سے اترنے کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ تفسیر درمنثور میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور محمد بن الحنیفہ سے مروی ہے[1] کہ جو لوگ حضرت مسیح کے نزول سے پہلے مرینگے وہ اپنی موت کے وقت حضرت مسیح پر ایمان لاتے ہیں اور جو اہل کتاب حضرت مسیح کے زمانۂ نزول کو پائینگے وہ تمام حضرت مسیح پر حضرت مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائینگے۔ اھ

لہٰذا ابی ابن کعب کی قراءۃ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے مرنیوالوں کے حق میں ہے۔ اور قراءۃ متواترہ اُن لوگوں کے حق میں ہے کہ جو نزول کے بعد حضرت مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائینگے۔

---

[1] وہ روایت یہ ہے:۔

اخرج ابن المنذر عن شہر بن حوشب قال قال لی الحجاج یا شہر آیۃ من کتاب اللہ ما قراءتہا الا اعترض فی نفسی منہا شئی قال اللہ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ وانی اوتی بالاساری فاضرب اعناقہم ولا اسمعہم یقولون شیئًا فقلت رفعت الیک علی غیر وجہہا ان النصرانی اذا خرجت روحہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ ومن دبرہ وقالوا ای خبیث ان المسیح الذی زعمت انہ اللہ او ابن اللہ او ثالث ثلثۃ۔ عبد اللہ وروحہ وکلمتہ فیؤمن حین لا ینفعہ ایمانہ وان الیہودی اذا خرجت نفسہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ ومن دبرہ وقالوا ای خبیث ان المسیح الذی زعمت انک قتلتہ عبد اللہ وروحہ فیؤمن بہ حین لا ینفعہ الایمان فاذا کان عند نزول عیسیٰ آمنت بہ احیاؤہم کما آمنت بہ موتاہم فقال من این اخذتہا فقلت من محمد بن علی قال لقد اخذتہا من معدنہا قال شہر وایم اللہ ما حدثنیہ الا ام سلمۃ ولکنی احببت ان اغیظہ۔ ۱۲ تفسیر درمنثور ص۲۴۱ جلد (۲)۔

پھر یہ کہ اہل کتاب جو اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں وہ بھی یہی ایمان لاتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ صحیح وسالم آسمان پر اٹھالئے گئے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

اخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن شہر بن حوشب فی قولہ تعالیٰ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ عن محمد بن علی بن ابی طالب وہو ابن الحنیفۃ قال لیس من اہل الکتاب احد الا اتتہ الملائکۃ یضربون وجہہ ودبرہ ثم یقال یا عدو اللہ ان عیسیٰ روح اللہ وکلمتہ کذبت علی اللہ وزعمت انہ انہ اللہ ان عیسیٰ لم یمت وانہ رفع الی السماء وہو نازل قبل ان تقوم الساعۃ فلا یبقی یہودی ولا نصرانی الا آمن بہ۔ انتہی۔ تفسیر درمنثور ص۲۴۱ ج (۲)

عبد بن حمید اور ابن منذر نے بروایت شہر بن حوشب محمد بن علی ابن الحنیفۃ سے آیۃ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن الخ کی تفسیر اسطرح روایت کی ہے کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر آتے ہیں فرشتے اوسکی موت کے وقت اور خوب مارتے ہیں اُسکے چہرے اور سرین پر اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کے دشمن بے شک عیسیٰ اللہ کی خاص روح ہیں اور اسکا کلمہ ہیں تو نے اللہ پر جھوٹ بولا اور گمان کیا کہ عیسیٰ اللہ ہیں عیسیٰ ابھی نہیں مرے اور وہ آسمان کیطرف اٹھالئے گئے قیامت سے پہلے نازل ہونگے پس اسوقت کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہیں رہیگا مگر حضرت مسیح پر ضرور ایمان لائیگا۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی تیسری دلیل

(قال اللہ عزّ وجلّ)

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں: اور فریب کیا ان کافروں نے اور فریب کیا اللہ نے۔ اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے جس وقت کہا اللہ نے

کہ اے عیسیٰ میں تجھہ کو بھر لونگا ۔ اور اٹھا لونگا اپنی طرف اور پاک کرونگا کافروں سے اور رکھوں گا تیرے تابعوں کو اوپر منکروں سے قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے تمکو جانا پھر فیصلہ کرونگا تم میں جس بات میں تم جھگڑتے تھے ۔ انتہیٰ ۔ فائدہ ۔ یہود کے عالموں نے اس وقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے ۔ توریت کے حکم کے خلاف بتلاتا ہے ۔ اُسنے لوگ بھیجے کہ اون کو پکڑ لائیں جب وہ پہنچے تو حضرت عیسیٰ کے یار سرک گئے ۔ اس شتابی میں حقتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور ایک صورت انکی رہگئی اسی کو پکڑ لائے اور سولی پر چڑھایا ۔" (موضح القرآن)

مکر عربی زبان میں پوشیدہ تدبیر کو کہتے ہیں ۔ یعنی ایسی تدبیر کو کہ جسکا دوسرے کو پتہ نہ چلے ۔ اگر وہ تدبیر کسی صحیح غرض کے لئے ہے تو محمود ہے ورنہ مذموم ۔ اس مقام پر ومکروا میں مکر سے یہود کی ایک جماعت کا عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا مخفی طور پر مشورہ کرنا مراد ہے ۔ اور مکر اللہ میں مکر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھا لینا مراد ہے ۔ جیسا کہ حافظ ابن جریر طبری نے سدی سے نقل کیا ہے تفسیر ابن جریر ص۲۰۲ جلد (۳) ۔ قبل اس کے کہ ہم ان آیات کی تفسیر کریں لفظ توفی کی تحقیق کر دینا ضروری سمجھتے ہیں

لفظ توفی کی تحقیق

لفظ توفّی وفا سے مشتق ہیں جس کے معنیٰ پورا کرنے کے ہیں ۔ یہ مادہ خواہ کسی شکل اور کسی ہیئت میں ظاہر ہو مگر کمال اور تمام کے معنی کو ضرور لئے ہوئے ہوگا ۔ کما قال تعالیٰ اَوْفُوْا بِعَهْدِيْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کرونگا ۔ وقال تعالیٰ واوفوا الکیل اذا کلتم ۔ ماپ کو پورا کرو جب تم ماپو ۔ یوفون بالنذر ۔ اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں ۔ وانما توفون اجورکم یوم القیٰمۃ جز این نیست کہ تم پورا پورا اجر قیامت کے دن دئے جاؤ گے ۔ یعنی کچھہ تھوڑا بہت اجر تو دنیا میں بھی ملجائیگا ۔ مگر پورا پورا اجر قیامت ہی کے دن ملیگا ۔

اور لفظ توفی جو اسی مادہ یعنی وفا سے مشتق اسکے اصلی اور حقیقی معنی ۔ اَخَذُ الشَّیْءِ وافیًا کے ہیں یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا کہ باقی کچھہ نہ رہے ۔ قرآن اور حدیث اور کلام عرب میں جس جگہ بھی یہ لفظ مستعمل ہوا سب جگہ توفی سے استیفاء اور اکمال اور اتمام ہی کے معنی مراد لئے گئے ہیں ۔

توفی سے اگر کسی جگہ موت کے معنی بھی مراد لئے گئے ہیں تو وہ کنایۃً اور لزوماً مراد لئے گئے ہیں ۔

بحوالہ روح المعانی ج۱ ص۵۹۵ سراج منیر ج۱ ص۲۱۵ تاریخ ابن الاثیر ج۱ ص۱۱

اس لئے کہ استیفاء عمر اور اتمام عمر کے لئے موت لازم ہے۔ توفّی عین موت نہیں بلکہ موت۔ توفّی یعنی استیفاء عمر اور اتمام زندگی کا ایک ثمرہ اور نتیجہ ہے چنانچہ لسان العرب صفحہ ۲۸۰ ج ۲۰ جلد بستم میں ہے۔
توفی المیت استیفاء مدتہ التی وفیت لہ و عدد ایامہ وشہورہ۔ واعوامہ فی الدنیا۔ یعنی میت کے توفی کے معنی یہ ہیں کہ اوسکی مدت حیات کو پورا کرنا اور اسکی دنیاوی زندگی کے دنوں اور مہینوں اور سالوں کو پورا کر دینا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کا وصال یا انتقال ہو گیا۔ وصال کے اصلی معنی ملنے کے ہیں اور انتقال کے اصلی معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانیکے ہیں۔ بزرگوں کی موت کو موت کے لفظ سے تعبیر کرنا عرف میں خلاف ادب سمجھا جاتا ہے۔ اسلئے بجائے موت کے لفظ وصال اور انتقال مستعمل ہوتا ہے یعنی اپنے رب سے جاملے اور دار فانی سے دار جاودانی کیطرف انتقال فرمایا۔ اور کبھی اسطرح کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے یا یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس عالم سے رخصت ہوا یا فلاں شخص گزر گیا۔ تو کیا اس استعمال سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وصال اور انتقال اور رحلت اور رخصت وغیرہ ان الفاظ کے حقیقی اور اصلی معنی موت کے ہیں ہر گز نہیں۔ بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو اور ہیں۔ تشریف اور تکریم کی غرض سے بزرگوں کی موت کو وصال اور انتقال کے لفظ سے تعبیر کر دیا گیا۔ اسیطرح توفی کے لفظ کو سمجھو کہ اصلی اور حقیقی معنی تو استیفاء اور اکمال کے ہیں۔ مگر بعض مرتبہ بغرض تشریف و تکریم کبھی موت کو توفی کے لفظ سے کنایۃً تعبیر کر دیا جاتا ہے جس سے قادیان کے احمق اور نادان یہ سمجھ گئے کہ توفی کے حقیقی معنی ہی موت کے ہیں۔ علامہ زمخشری اساس البلاغۃ صفحہ ۳۰۴ ج ۲ میں تصریح فرماتے ہیں کہ توفی کے حقیقی اور اصلی معنی استیفاء اور استکمال کے ہیں۔ اور موت کے معنی مجازی ہیں۔

وفی بالعہد واوفیٰ بہ وہو وفیٌّ من قوم اوفیاء ووفّاہ حقّہ واوفاہ واستوفاہ وتوفّاہ استکملہ و من المجاز توفّی وتوفّاہ اللہ ادرکتہ الوفاۃ۔ اھ

اور علیٰ ہذا علامہ زبیدی تاج العروس شرح قاموس صفحہ ۲۹۴ ج ۱۰ میں فرماتے ہیں۔ وفی الشئ وفیا تام وکثر فہو وفیٌّ ووافٍ بمعنی واحد وکل شئ بلغ الکمال فقد وفیٰ وتمّ ومنہ اوفیٰ فلاناً حقہ اذا اعطاہ وافیا واوفاہ فاستوفاہ وتوفّاہ ای لم یدع منہ شیئاً فہما مطاوعان لاوفاہ ووفّاہ وتوفّاہ ومن المجاز ادرکتہ الوفاۃ ای المنیۃ والموت وتوفی فلان اذا مات وتوفاہ اللہ عزوجل اذا قبض نفسہ۔ آھ۔

اب ہم چند آیتیں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس سے صاف طور پر یہ معلوم ہو جائیگا کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی موت کے علاوہ کوئی اور شئی ہے۔

آیت اوّل اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمّٰی ط ۲۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے روحوں کو جب وقت ہو انکے مرنے کا۔ اور جو نہیں مرے انکو قبض کرتا وقت نیند کے۔ پس روک لیتا ہے انکو جن پر موت مقدر کی ہے اور واپس بھیجدیتا ہے اوروں کو ایک مقرر وقت تک۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ توفی بعینہ موت کا نام نہیں بلکہ توفی موت کے علاوہ کوئی اور شئی ہے کہ جو کبھی موت کے ساتھ جمع ہوتی ہے اور کبھی نیند کے ساتھ یعنی تمہاری جانیں خدا کی قبضہ اور تصرف میں ہیں ہر روز سوتے وقت تمہاری جانیں کھینچتا ہے اور پھر واپس کر دیتا ہے۔ مرنے تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور جب موت کا وقت ہوتا ہے تو پھر جان کھینچنے کے بعد واپس نہیں کیجاتی۔ لسان العرب سے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں کہ توفی کے معنی استیفاء اور استکمال یعنی کسی شئی کو پورا پورا لینا۔ صاحب لسان توفی کی حقیقت بیان کر دینے کے بعد آیت موصوفہ کی تفسیر فرماتے ہیں ومن ذلک قولہ عزوجل اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتہا۔ ای یستوفی مدد آجالہم فی الدنیا واما توفی النائم فہو استیفاء وقت عقلہ وتمیزہ الی ان نام۔ لسان العرب صفحہ ۱۳۶ ج ۲۰۔ یعنی مرنے کے وقت جان اور روح پوری پوری لے لیجاتی ہے۔ اور نیند کے وقت عقل اور ادراک ہوش اور تمیز کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ توفی کے معنی تو وہی استیفاء اور اخذ الشئی وافیا یعنی شئی کو پورا پورا لینے ہی کے رہے۔ توفی میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں۔ صرف توفی کے متعلق میں تبدیلی ہوئی ایک جگہ توفی کا متعلق موت ہے۔ اور دوسری جگہ نوم (نیند)

آیت دوم وہو الذی یتوفاکم باللیل۔ یعنی وہی ہے کہ جو تمکو رات میں پورا پورا کھینچ لیتا ہے۔ اس مقام پر بھی توفی موت کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا بلکہ نیند کے موقع پر توفی کا استعمال کیا گیا۔

آیت سوم حتی یتوفاہن الموت۔ شاہ ولی اللہ صاحب اس کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں۔ تا آنکہ عمر ایشاں را تمام کند مرگ۔ یعنی یہاں تک کہ موت انکی عمر تمام کردے۔ اس آیت میں توفی کے معنی اتمام عمر اور اکمال عمر کے لئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن کریم میں جابجا موت کے مقابلہ میں حیات کو ذکر فرمایا ہے۔ توفی کو حیات کے مقابل نہیں ذکر فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کی حقیقت موت نہیں۔ ورنہ اگر توفی کی حقیقت موت ہوتی تو جسطرح جابجا موت کے مقابل حیات کو ذکر کیا جاتا۔ اسیطرح توفی کے مقابل بھی

حیات کو ذکر کیا جاتا۔ چند آیتیں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس میں حقتعالیٰ نے حیات کو موت کے مقابل ذکر فرمایا ہے۔ توفی کے مقابل ذکر نہیں فرمایا۔ قال تعالیٰ۔ یحیی الارض بعد موتہا۔ قال تعالیٰ۔ کفاتا احیاء واموانا۔ وقال تعالیٰ۔ یحییکم ثم یمیتکم۔ وقال تعالیٰ ہو امات واحیی۔ وقال تعالیٰ یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی۔ وقال تعالیٰ۔ اموات غیر احیاء۔ وقال تعالیٰ۔ وتوکل علی الحی الذی لایموت۔ وقال تعالیٰ۔ لایموت فیہا ولایحیی۔ وقال تعالیٰ۔ کذلک یحیی اللہ الموتیٰ۔ وقال تعالیٰ۔ یحیی ویمیت وہو علی کل شیٔ قدیر ط

ان آیات اور ائمہ لغت کی تصریحات سے یہ بات بخوبی منکشف ہو گئی کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی ایک جنس کا درجہ ہے جس کے تحت میں کئی فرد مندرج ہیں۔ جیسے حیوان ایک جنس ہے اور انسان اور فرس اور بقر وغیرہ وغیرہ اسکے افراد ہیں۔ حیوانیت کبھی انسان کے ساتھ ہو کر پائیجاتی ہے اور کبھی فرس کے ساتھ وغیر ذالک۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لفظ التوفی فی لغت العرب معناہ الاستیفاء والقبض وذلک ثلاثۃ انواع۔ احدہا توفی النوم۔ والثانی توفی الموت والثالث توفی الروح والبدن جمیعاً۔ اھ۔ الجواب الصحیح ص ۲۸۳ ج ۲۔ یعنی لغت عرب میں توفی کے معنی استیفاء پورا پورا لینے کے ہیں اور اسکی تین قسمیں ہیں۔ ایک توفی نوم۔ یعنی خواب اور نیند کی توفی۔ اور دوسرے توفی موت یعنی موت کے وقت روح کو پورا پورا قبض کر لیتا۔ تیسرے توفی الروح والجسد یعنی روح اور جسم دونوں کو پورا پورا لے لینا۔ اھ۔ یعنی روح اور جسم دونوں کو آسمان پر اٹھا لینا۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ توفی ایک جنس ہے اور نوم (نیند) اور موت۔ اور رفع جسمانی۔ یہ اسکے انواع اور اقسام ہیں۔ اور یہ مسلم ہے کہ نوع اور قسم معین کرنے کیلئے قرینہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ اسلئے جہاں لفظ توفی کے ساتھ موت اور اسکے لوازم کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے موت مراد لیجائیگی جیسے قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم۔ (اے ہمارے نبی آپ کہہ دیجئے کہ پورا پورا پکڑیگا تم کو وہ موت کا فرشتہ جو تم پر مسلط کیا گیا ہے) اس مقام پر ملک الموت کے قرینہ سے توفی سے موت مراد لیگئی۔ اور جس جگہ توفی کے ساتھ نوم یعنی خواب اور اسکے متعلقات کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد لئے جائینگے جیسے وہو الذی یتوفاکم باللیل۔ وہی خدا تم کو رات میں پورا پورا لیتا ہے۔ لیل کے قرینہ سے معلوم ہوا کہ اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔ ابو نواس کہتا ہے۔ فلما توفاہ رسول الکریٰ۔ یعنی نیند کے

قاصد نے اسکو پورا پورا لے لیا۔ یعنی سُلا دیا۔ اس شعر میں بھی توفی سے نَوم کے معنی مراد ہیں۔ اور جس جگہ توفی کے ساتھ رفع کا ذکر ہو یا اور کوئی قرینہ ہو تو وہاں توفی سے رفع جسمانی مراد ہوگا۔

اور مرزا صاحب بھی دعوائے مسیحیت سے پہلے توفی کے معنی موت کے نہیں سمجھے تھے جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۷ پر لکھتے ہیں کہ انی متوفیک یعنی میں تجھ کو پوری نعمت دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا۔ اور اُسی کتاب کے صفحہ ۴۹۸ اور صفحہ ۵۰۵ پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کا زندہ رہنا اور نہایت عظمت اور جلال کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آنا تسلیم کیا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفا اور اخذ الشئ وافیاً یعنی کسی شئ کو پورا پورا لینے کے ہیں۔ اور یہ کسی کتاب میں نہیں کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔ اگر کسی مرزائی سے ممکن ہے تو لغت کی کوئی کتاب لا دکھلائے جسمیں یہ تصریح ہو کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں تو اب اس آیت کی تفسیر سنئے۔ یہود بے بہبود نے جب حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کی تدبیریں شروع کیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اسکو محسوس فرمالیا۔ جیسا کہ فلما احس عیسٰی منھم الکفر سے معلوم ہوتا ہے تو حق جل شانہ نے اُسوقت حضرت مسیح کی تسلی فرمائی کہ اے عیسٰی تم گھبراؤ مت۔ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ یعنی میں تمکو یعنی تمہاری روح اور جسم دونوں کو پورا پورا لے لینے والا ہوں اور تمکو اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں۔ اور تمکو کافروں سے بالکلیہ پاک کرنے والا ہوں۔ اور تمہارے متبعین کو تمہارے منکرین پر قیامت تک غالب کرنیوالا ہوں۔

اس آیت میں چار وعدوں کا ذکر ہے جو اللہ نے مسیح بن مریم سے فرمائے ایک توفی کا۔ دوسرا رفع کا۔ تیسرا کافروں سے پاک کرنیکا۔ چوتھا متبعین کے تفوق اور غلبہ کا۔ ان چاروں وعدوں سے مقصود حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تسلی ہے۔ پس اگر اس مقام پر توفی سے موت کے معنی مراد لئے جائیں تو اس مقام کے کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب ہر طرف سے خونخوار درندوں کی طرح دشمن جان کے پیاسے کھڑے ہوں اسوقت تسلی اور تسکین خاطر کے لئے کیا مناسب ہے۔ موت کی خبر دینا مناسب ہے یا یہ خبر دینا کہ تم گھبراؤ نہیں ہم تمکو تمہارے دشمنوں کے نرغہ سے صحیح وسالم نکال لے جائیں گے۔ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ ہم تمکو اسطرح بچا لینگے کہ دشمنوں کو تمہارا سایہ بھی نہ ملیگا۔

اسیطرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو تسلی دی اور فرمایا کہ اے مسیح تم گھبراؤ نہیں میں تمکو جسم اور رُوح کے ساتھ پورا پورا لے لونگا۔ اور اپنی طرف تمکو اٹھاؤنگا۔ دشمنوں سے پاک رکھونگا۔ یعنی یہ یہود کہ جو

حضرت مسیح کے ساتھ کفر کرنیکی وجہ سے سراپا نجاست بنے ہوئے ہیں (کما قال تعالیٰ انما المشرکون نجس) یہ نجاست آپکے جسم اطہر کے قریب بھی نہ آنے پائیگی۔ اس آیت میں خود کافروں کی نفس ذات سے تطہیر مذکور ہے جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ کافروں کی ذات ہی سے آپکو پاک رکھونگا۔ یہ ناپاک آپکے قریب بھی نہ آنے پائینگے۔ اور یہ مطلب نہیں کہ کافروں کے الزام سے آپکو پاک کرونگا اسلئے کہ اس صورت میں الزام کا لفظ اپنی طرف سے اضافہ کرنا پڑتا ہے جس پر نہ کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی قرینہ۔ تفسیر درمنثور صفحہ ۳۶ ج ۲ میں حسن بصری رضی اللہ عنہ سے ومطہرک من الذین کفروا کی تفسیر میں یہ الفاظ منقول ہیں۔ یعنی منخلصک من الیہود فلا یصلون الی قتلک یعنی میں آپکو یہود سے چھڑا دونگا۔ پس انکو آپکے قتل تک رسائی نہ ہوگی۔ اور آپ کے نام لیوا قیامت تک آپکے دشمنوں پر غالب رہینگے۔ چنانچہ جس جگہ یہود اور نصاریٰ رہتے ہیں وہاں نصاریٰ ہی یہود پر غالب اور حکمران ہیں۔ آجتک یہود کو نصاریٰ کے مقابلہ پر حکمرانی نصیب نہیں ہوئی۔

امام فخر الدین رازی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔

ان التوفی اخذ الشئی وافیا ولما علم اللہ تعالیٰ ان من الناس من یخطر بباله ان الذی رفعه اللہ تعالیٰ هو روحه لا جسده وذکر هذا الکلام لیدل علی انه علیه السلام رفع الی السماء بتمامه بروحه وبجسده۔ تفسیر کبیر صفحہ ۶۸۹ ج ۲۔

یقیناً توفی کے معنی کسی شئی کو پورا پورا لینے کے ہیں چونکہ اللہ جل جلالہ کو معلوم تھا کہ بعض لوگوں کے دل میں یہ خطرہ گزریگا کہ شاید اللہ نے فقط حضرت مسیح کی روح کو اٹھایا جسم کو نہیں اسلئے رافعک کے ساتھ متوفیک کا لفظ اضافہ فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام پورے پورے جسم اور روح سمیت اٹھالئے گئے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ ومکروا میں یہود کے مکر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تدبیر مراد ہے۔ ومکر اللہ میں اللہ کے مکر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی اور رفع مراد ہے جسکا اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی میں ذکر ہے۔ انتہی کلامہ۔ یعنی یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تدبیر کی۔ اور اللہ نے اونکی حفاظت کی یہ تدبیر کی کہ اونکو روح اور جسم سمیت آن میں سے لیا۔ اور پھر اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھالیا۔ اللہ کی اس نرالی تدبیر نے اونکی تدبیر کو بالکل نیست و نابود کردیا۔ اس مقام پر حق جل شانہ کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہود نے جو قتل کی تدبیر کی تھی وہ تو کارگر نہ ہوئی مگر ہمنے جو انکی حفاظت اور صیانت کی نرالی اور انوکھی تدبیر کی وہی غالب ہو کر رہی۔ پس اگر توفی سے

ہذا احد الاقوال فی تفسیر ہذہ الآیۃ وعن قتادۃ فی قولہ تعالیٰ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ ہم اہل الاسلام الذین اتبعوہ علی فطرتہ وملتہ وسنتہ فلا یزالون ظاہرین علی من ناواہم الی یوم القیمۃ ۱۲ تفسیر ابن جریر صفحہ ۲۰۵ جلد (۳)

روح اور جسد کا پورا پورا لینا مراد لیا جائے۔ بلکہ توفی سے موت مراد لیجائے تو یہ کوئی ایسی تدبیر نہیں کہ جو یہود کی مغلوبی اور ناکامی کا سبب بن سکے۔ بلکہ حضرت مسیح کی موت کی تدبیر تو یہود کی عین تمنا اور آرزو کی مطابق ہے اس موقع پر خدا کی ایسی تدبیر ظاہر ہونی چاہئے کہ دشمن تو ناکام رہیں اور حضرت مسیح بالکل محفوظا اور مامون رہیں۔ جسطرح کفار مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدبیر کی جیساکہ ارشاد ہے۔ ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ اور سب آپکے قتل پر آمادہ ہوگئے۔ اللہ نے آپ کو ان کے منصوبوں سے آگاہ کیا اور صحیح وسالم آپکو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرادی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی یہ تدبیر کی کہ انکو دشمنوں کے ہاتھ سے صحیح وسالم نکالکر اپنی طرف ہجرت کرائی۔ جیساکہ ورافعک الیّ سے صاف ظاہر ہے۔ حضرت مسیح کا یہ رفع جسمانی حقیقت میں ہجرت تھی کہ جو انکی فطرت کے مناسب تھی اسلئے کہ انکی پیدائش نفخہ جبرئیل سے ہوئی تھی۔ تفصیل کے لئے ناچیز کا رسالہ لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ بن مریم ملاحظہ فرمائیں۔

پھر یہ کہ توفی بمعنی الموت تو ایک عام شئی ہے جسمیں تمام عالم مومن اور کافر انسان اور حیوان سب ہی شریک ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے کہ جو خاص طور پر ان سے توفی کا وعدہ فرمایا گیا قرآن کریم کی تتبع اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ توفی کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کی اور کسی سے نہیں کیا۔

اور علیٰ ہذا رفع کا وعدہ بھی حق تعالیٰ نے سوائے حضرت مسیح کے اور کسی سے نہیں فرمایا۔ پس اگر رفع سے رفع درجات یا رفع روح یا عزت کی موت (جو مرزا صاحب کی گھڑت ہے) وہ مراد لیجائے تو اسمیں عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی خصوصیت نہیں۔ جو مسلمان بھی مرتا ہے اسکی روح آسمان پر اٹھائی جاتی ہے۔ پھر ایسی رفع کا حضرت مسیح علیہ السلام سے وعدہ کرنیکا کیا مطلب۔ اور اگر اس آیت میں توفی کی دوسری نوع۔ یعنی نوم (نیند) مراد لیجائے تب بھی مرزا صاحب کے لئے مفید نہیں اسلئے کہ تفسیر معالم التنزیل میں ربیع بن انس سے منقول ہے

قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم و کان عیسیٰ علیہ السلام قد نام فرفعہ اللہ نائماً الی السماء معناہ انی منیمک ورافعک الیّ کما قال تعالیٰ وھو الذی یتوفاکم باللیل۔ ای

ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ توفی سے نوم یعنی نیند مراد ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سوگئے تھے اللہ تعالیٰ نے انکو آسمان پر اٹھالیا اور اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ ای عیسیٰ میں تمکو سلاؤنگا۔ اور اسی حالت میں تمکو اپنی طرف اٹھالونگا۔ جیسے وھو الذی

یتوفاکم باللیل۔ اس آیت میں توفی سے نوم مراد ہے۔ | یتیکم۔ آیہ۔ واللہ اعلم۔

حالت نوم میں حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع سے مرزا صاحب کی تمنا اور آرزو پوری نہیں ہوتی۔
اور اگر اس آیت میں توفی سے اوسکی تیسری نوع یعنی موت مراد لیجائے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متوفیک کی تفسیر ممیتک منقول ہے۔ تب بھی مرزا صاحب کا مدعا وفات قبل النزول حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس سے نزول من السماء کے بعد وفات پانا مراد لیتے ہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے باسانید صحیحہ یہ ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری صحیح وسالم زندہ آسمان پر اٹھائے گئے (جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کرینگے) اور وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کی تفسیر میں بحوالہ فتح الباری باسناد صحیح ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کر چکے ہیں کہ قبل موتہ سے قبل موت عیسیٰ مراد ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ابن عباس رض کے نزدیک ابھی حضرت مسیح فوت نہیں ہوئے۔

شیخ جلال الدین سیوطی تفسیر در منثور صفحہ ۳۶ ج (۲) میں فرماتے ہیں۔ اخرج اسحٰق بن بشیر وابن عساکر من طریق جوہر عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ انی متوفیک ورافعک الی یعنی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انی متوفیک ورافعک کی تفسیر میں یہ منقول ہے کہ حضرت مسیح کا آسمان پر اٹھایا جانا مقدم ہے۔ اور وفات اخیر زمانہ میں ہوگی۔

پس اگر ابن عباس رض سے توفی کی تفسیر موت مروی ہے تو تقدیم وتاخیر بھی منقول ہے۔ یعنی یہ بھی منقول ہے کہ یہ وفات اخیر زمانہ میں ہوگی۔ لہٰذا ابن عباس رض کے نصف قول کو حجت قرار دینا اور دوسرے نصف سے گریز کرنا یہ ایسا ہی جیسا کہ لاتقربوا الصلاۃ کو حجت قرار دینا اور وانتم سکاریٰ سے گریز کرنا نصف قول کو ماننا اور نصف کو نہ ماننا یہ کام تو نصف الاعمیٰ اور نصف البصیر کا ہے۔ امام جلیل وکبیر حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس قال لما اراد اللہ ان یرفع عیسیٰ الی السماء الی ان قال ورفع عیسیٰ من روزنۃ فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من الیہود فاخذوا الشبہ فقتلوہ ثم صلبوہ وہذا اسناد صحیح الی ابن عباس

ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھانیکا ارادہ فرمایا تو حضرت عیسیٰ کے رفع الی السماء کا طویلہ قصہ بیان کرکے ابن عباس رض نے یہ فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام گھر کے کسی دریچہ سے آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ یہود جب تلاش میں آئے تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہود کے مشابہ بنا دیا تھا اوس کو

عیسیٰ سمجھ کر پکڑا اور قتل کیا اور سولی پر چڑھایا۔ ابن عباس کے اس اثر کی سند بالکل صحیح ہے۔ اور اس اثر کو نسائی نے بھی بروایت ابی کریب روایت کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)	ورواہ النسائی عن ابی کریب عن ابی معاویۃ بنحوہ۔ آہ۔ تفسیر ابن کثیر صہ ۹ ج (۳)

تفسیر فتح البیان صہ۲۲۳ ج (۲) میں ہے۔ وصدق ابن کثیر فہولاء یعنی حافظ ابن کثیر نے سچ کہا کہ اثر ابن عباس کی سند صحیح ہے۔ اسکے تمام راوی بخاری کے راوی ہیں۔ مگر مرزائی جماعت ابن عباس کے اس صحیح الاسناد اور جید الاسناد کو تسلیم نہ کریگی۔ بلکہ ابن عباس کے اس اثر کو کہ جسکی سند بھی متکلم فیہ ہے اس میں بھی نصف کو تسلیم کریگی۔ علاوہ ازیں مرزائے قادیانی ازالۃ الاوہام کے صہ۹۴۳ پر لکھتے ہیں کہ اماتت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اسمیں داخل ہے۔ انتہیٰ۔ مرزا صاحب اس عبارت میں فقط اس امر کے مدعی نہیں کہ اماتت کے معنی کبھی سلانے کے بھی آجاتے ہیں بلکہ اس کے مدعی ہیں کہ جس طرح مارنا اور موت دینا اماتت کے حقیقی معنی ہیں۔ اسی طرح سلانا اور بیہوش کرنا بھی اماتت کے حقیقی معنی ہیں۔

اسوقت ہمکو اس سے بحث نہیں کہ مرزا صاحب کا یہ قول ائمہ لغت کی تصریحات کے صریح خلاف ہے بلکہ یہ مقصود ہے کہ جب مرزا صاحب کے نزدیک اماتت کے معنی سلانے کے بھی حقیقی معنی ہیں تو ابن عباسؓ نے جو توفی کی تفسیر موت سے کی ہے وہاں اگر موت سے سلانے کے معنی مراد لئے جائیں تو کیا حرج ہے اس لئے کہ مرزا صاحب کے نزدیک یہ معنی بھی حقیقی ہیں۔

امام ابن جریر طبری[1] فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صحیح قول یہی ہے کہ توفی سے استیفاء اور قبض مراد ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے توفیت[2] من فلان مالی علیہ بمعنی قبضتہ واستوفیتہ۔ چنانچہ حسن بصری اور مطر وراق

---

[1] قال ابو جعفر واولی ہذہ الاقوال بالصحۃ عندنا قول من قال معنا ذلک انی قابضک من الارض ورافعک الی لتواتر الاخبار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ینزل عیسی بن مریم فیقتل الدجال ثم یمکث فی الارض مدۃ ذکرہا اختلفت الروایۃ فی مبلغہا ثم یموت فیصلی علیہ المسلمون ویدفنونہ حدثنا ابن حمید قال ثنا سلمۃ عن ابن اسحق عن محمد بن مسلم الزہری عن حنظلۃ بن علی الاسلمی عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیہبطن اللہ عیسی بن مریم حکما عدلا و اماما مقسطا ویکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یجد من یاخذہ ولیسلکن الروحاء حاجا او معتمرا

[2] یعنی فلاں شخص سے اپنا مال پورا پورا لے لیا۔ ۱۲ منہ

اور ابن جریج اور کعب احبار اور محمد بن جعفر بن الزبیر سے منقول ہے کہ آیت انی متوفیک میں توفی سے پورا پورا لینا اور آسمان پر اٹھانا مراد ہے۔ (تفسیر ابن جریر صفحہ ۲۰۳ ج ۳)۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفاء اور استکمال اور اخذ الشیئ وافیا یعنی کسی شیئ کو پورا پورا لینے کے ہیں۔ اور اسی معنی کے اعتبار کے آیۂ انی متوفیک ورافعک الیّ میں توفی سے رفع آسمانی مراد ہے۔ اسیطرح سورۂ مائدہ کی یہ آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم کو سمجھیے کہ اس جگہ بھی توفی سے رفع الی السماء مراد ہے جیسا کہ تفسیر ابو السعود صفحہ ۱۰۷ ج (۳) پر ہے فلما توفیتنی بالرفع الی السماء کما فی قولہ تعالیٰ انی متوفیک ورافعک الی فان التوفی اخذ الشیئ وافیا اور تفسیر کبیر صفحہ ۲۷ ج (۳) میں ہے فلما توفیتنی المراد بہ وفاۃ الرفع الی السماء الخ۔ اور اسی طرح تفسیر جامع البیان صفحہ ۱۱۱ اور تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۳۰۸ ج (۱) ومدارک صفحہ ۲۴۲ ج (۱) وجمل صفحہ ۶۵۸ ج (۱) وتفسیر حقانی صفحہ ۳۰۷ ج (۱) وتفسیر بیضاوی صفحہ ۲۱۹ ج (۲) ودر منثور صفحہ ۳۴۹ ج (۲) وسراج منیر صفحہ ۴۰۵ ج (۱) ومراح لبید صفحہ ۲۲۹ ج (۱) وکتاب الوجیز صفحہ ۲۲۹ ج (۱) اور تفسیر روح المعانی صفحہ ۱۴۲ ج (۳) وتفسیر خازن صفحہ ۶۰۸ ج (۱) ان تمام تفاسیر میں بھی مذکور ہے کہ توفی سے رفع الی السماء مراد ہے۔ اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اِس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹) او یدین بہا جمیعاً حدثنا ابن حمید ثنا سلمۃ عن ابن اسحٰق عن الحسن بن دینار عن قتادۃ عن عبد الرحمن بن آدم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء اخوۃ لعلات امہاتہم شتی ودینہم واحد وانا اولی الناس بعیسی ابن مریم لانہ لم یکن بینی وبینہ نبی وانہ خلیفتی علی امتی وانہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ فانہ رجل مربوع الخلق الی الحمرۃ والبیاض سبط الشعر کان شعرہ یقطر وان لم یصبہ بلل بین ممصرتین یدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویفیض المال ویقاتل الناس علی الاسلام حتی یہلک اللہ فی زمانہ الملل کلہا ویہلک اللہ فی زمانہ مسیح الضلالۃ الکذاب الدجال وتقع فی الارض الامنۃ حتی ترتع الاسود مع الابل والنمر مع البقر والذئاب مع الغنم وتلعب الغلمان بالحیات لا یضر بعضہم بعضاً فیثبت فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی ویصلی المسلمون علیہ ویدفنونہ۔ قال ابو جعفر ومعلوم انہ لو کان قد اماتہ اللہ عز وجل لم یکن بالذی یمیتہ میتۃ اخری فیجمع علیہ میتتین لان اللہ عز وجل انما اخبر عبادہ انہ یخلقہم ثم یمیتہم ثم یحییہم کما قال جل ثناؤہ اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ہل من شرکائکم من یفعل من ذلکم من شیئ فتاویل الآیۃ اذا قال اللہ لعیسیٰ یا عیسیٰ انی قابضک من الارض ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا فجحدوا نبوتک وہذا الخبر وان کان مخرجہ مخرج خبر فان فیہ من اللہ عز وجل احتجاجاً علی الذین حاجوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آیت میں توفی سے کنایۃً موت مراد لیگئی ہے تو اس سے بھی مرزا صاحب کا مدعا نہیں ثابت ہو سکتا ہے اسلئے کہ اس آیت میں اس وفات کا ذکر ہے کہ جو بعد از نزول قیامت سے پہلے ہوگی۔ اس لئے کہ یہ تمام واقعہ کوئی گزشتہ واقعہ نہیں بلکہ قصہ مستقبل یعنی قیامت کا واقعہ ہے۔ جیسا کہ یوم یجمع اللہ الرسل۔ اور ہذا یوم ینفع الصادقین۔ سے صاف ظاہر ہے۔ جیسا کہ تفسیر درمنثور ص۳۴۹ ج (۲) میں قتادہؓ سے منقول ہے۔ اخرج عبدالرزاق وابن جریر وابن ابی حاتم عن قتادہ فی قولہ ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ متی یکون ذلک۔ قال یوم القیمۃ الا تری انہ یقول ہذا یوم ینفع الصادقین۔ ترجمہ عبدالرزاق اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے نقل کیا کہ قتادہ سے ءانت قلت للناس اتخذونی الخ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ یہ واقعہ کب ہوگا۔ تو یہ کہا کہ قیامت کے دن ہوگا جیسا کہ ہذا یوم ینفع الصادقین سے صاف معلوم ہوتا ہے۔

بلکہ بعض مرفوع احادیث میں بھی اسکی تصریح موجود ہے کہ یہ واقعہ قیامت کا ہے۔

روی ابن عساکر عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیمۃ یدعی بالانبیاء وامہم ثم یدعی بعیسی فیذکرہ نعمتہ علیہ فیقربہا فیقول یا عیسی اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک الآیۃ۔ ثم یقول ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ فینکر ان یکون قال ذلک الحدیث تفسیر ابن کثیر۔ ص۱۲۸ ج (۳) (ترجمہ) ابوموسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاءؑ اور انکی امتوں کو بلایا جائیگا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو بلایا جائیگا حق تعالےٰ حضرت عیسیٰؑ کو اپنے قریب بلا کر یہ فرمائینگے کہ تم ہی نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام

(بقیہ حاشیہ ص۴۰) فی عیسی من وفد نجران بأن عیسی لم یقتل ولم یصلب کما زعموا وانہم والیہود الذین اقروا بذلک وادعوا علی عیسی کذبتہ فی دعواہم وزعمہم کما حدثنا ابن حمید قال ثنا سلمۃ عن ابن اسحق عن محمد بن جعفر بن الزبیر ثم اخبرہم یعنی الوفد من نجران ورد علیہم فیما اخبروا ہم والیہود بصلبہ کیف رفعہ وطہرہ منہم فقال اذ قال اللہ یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی والا مطہرک من الذین کفروا اذ ہموا بک یعنی منطفک فمخلصک ممن کفر بک وجحد ما جئتہم بہ من الحق من الیہود وسائر الملل غیرہا کما حدثنا ابن حمید قال ثنا سلمۃ عن ابن اسحق عن محمد بن جعفر ابن الزبیر ومطہرک من الذین کفروا قال اذ ہموا منک بما ہموا حدثنی محمد بن سنان قال ثنا ابوبکر الحنفی عن عباد عن الحسن فی قولہ ومطہرک من الذین کفروا قال طہرہ من الیہود والنصاری والمجوس ومن کفار قومہ ۱۲ منہ۔

انکار فرمائینگے:

واخرج ابن مردویہ عن جابرؓ بن عبداللہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا کان یوم القیمۃ جمعت الامم ودعا کل اناس باما مہم قال ویدعی عیسی فیقول لعیسی یا عیسی اانت قلت للناس اتخذونی وامی الہین من دون اللہ فیقول سبحانک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق الی قولہ یوم ینفع الصادقین۔ تفسیر درمنثور ص۳۴۹ ج (۲)۔ اس حدیث شریف کا ترجمہ تقریباً وہی ہے کہ جو پہلی حدیث کا ہے۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث کیطرح جابر بن عبداللہ کی اس روایت میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے کہ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے یہ دریافت کیا جائیگا۔

مرزا صاحب جس موت کے مدعی ہیں وہ کسی لفظ سے بھی ثابت نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تو یہ ہے کہ "حضرت مسیح واقعۂ صلیب کے بعد کشمیر تشریف لے گئے۔ اور ستاسی۸۷ سال زندہ رہ کر شہر سرینگر کے محلہ خانیار میں مدفون ہوئے۔" یہ نہ کسی آیت سے ثابت ہے۔ کسی حدیث سے اور نہ کسی صحابیؓ اور تابعی بلکہ کسی معتبر عالم کے قول سے بھی ثابت نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بھی انہی کنہیا لال اور مراری لال اور روشن لال سے منقول ہو کہ جنھوں نے کریم بخش کے صادق ہونیکی گواہی دی ہے۔

ائمہ حدیث جب کسی راوی کی توثیق اور تعدیل نقل کرتے ہیں تو احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کا نام مبارک پیش کردیتے ہیں۔ مرزا صاحب کو جب کریم بخش کی روایت کی تعدیل اور توثیق کی ضرورت پیش آئی تو کنہیا لال اور مراری لال کی تعدیل پیش کی۔ ناظرین کرام تعجب نہ فرمائیں۔ نبیٔ کاذب کے سلسلۂ روایت کے لئے کنہیا لال اور مراری لال ہی جیسے راوی مناسب اور ضروری ہیں۔ مرزا صاحب بھی معذور ہیں اپنی مسیحیت کی گواہی میں آخر کس کو پیش کریں۔ یہ چند مشرک ہیں۔ یا کوئی دیوانہ ہے۔ البتہ دیوانہ باورکرد کی مثل صادق ہے۔

لہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص۷۰۸ میں لکھتے ہیں کہ۔ کریم بخش روایت کرتے ہیں کہ گلاب شاہ مجذوب نے تیس برس پہلے مجھکو کہا کہ اب عیسیٰ جوان ہوگیا ہے۔ اور لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ پھر کریم بخش کی تعدیل بہت سے گواہوں سے کیگئی۔ جن میں خیراتی بوٹا کنہیا لال مراری لال روشن لال کینشامل وغیرہ ہیں۔ اور گواہی یہ ہے کہ کریم بخش کا جھوٹ کبھی ثابت نہیں ہوا ۱۲۔

ایک وہم اور اسکا ازالہ

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۰۲ پر لکھتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اسقدر تاویلات رکیکہ کرنیسے ذرا بھی نہیں شرم کرتے۔ وہ نہیں سوچتے کہ آیۃ فلما توفیتنی سے پہلے یہ آیت ہے واذ قال اللہ یا عیسیٰ بن مریم أانت قلت للناس الخ اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اسکے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا۔ اور پھر ایسا ہی جو جواب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کیطرف سے ہے یعنی فلما توفیتنی وہ بھی صیغہ ماضی ہے۔ انتہیٰ۔

اس کے بعد الحکم نمبر (۲۲) مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ طاعون کی پیشین گوئی کی نسبت لکھتے ہیں کہ مجھے خدا کی طرف سے وحی ہوئی عفت الدیار محلہا و مقامہا یعنی اسکا ایک حصہ مٹ جائیگا جو عمارتیں ہیں نابود ہو جاینگی۔ اسپر اعتراض ہوا کہ یہ مصرع لبید کا ہے اُسنے گزشتہ زمانہ کی خبر دی ہے کہ خاص خاص مقام ویران ہوگئے۔ اسکا جواب خود تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کافیہ یا ہدایۃ النحو بھی پڑھی ہوگی وہ خوب جانتا ہے کہ ماضی مضارع کے معنی پر بھی آجاتی ہے۔ بلکہ ایسے مقامات میں جبکہ آنیوالا واقعہ متکلم کی نگاہ میں یقینی الوقوع ہو۔ مضارع کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں تاکہ اس امر کا یقینی الوقوع ہونا ظاہر ہو۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ونفخ فی الصور واذ قال اللہ یعیسیٰ بن مریم اانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ ولو تریٰ اذ وقفوا علیٰ ربہم وغیرہ۔ اب معترض صاحب فرمائیں کہ کیا قرآنی آیات ماضی کے صیغہ ہیں یا مضارع کے۔ اور اگر ماضی کے صیغہ ہیں تو انکے معنی اس جگہ مضارع کے ہیں یا ماضی کے جھوٹ بولنے کی سزا تو اسقدر کافی ہے کہ آپکا حملہ صرف میرے پر نہیں بلکہ یہ تو قرآن پر بھی ہو گیا۔ گویا صرف ونحو آپکو معلوم ہے۔ خدا کو معلوم نہیں۔ اسوجہ سے خدا نے جا بجا غلطیاں کھائیں اور مضارع کی جگہ ماضی کو لکھدیا۔ انتہیٰ۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ جس آیت پر یعنی اذ قال اللہ پر شدومد سے یہ دعویٰ تھا کہ یہ قصہ ماضی ہے۔ پھر اُسی کی نسبت یہ دعویٰ کردیا کہ مضارع کے معنی میں ہے تاکہ پیشین گوئی غلط نہ ہونے پڑے۔ اور عفت الدیار محلہا و مقامہا پر جو اعتراض تھا اُس سے سبکدوش ہو جائیں۔ حالانکہ مرزا صاحب

اوّل ہی بار ذرا ابھی قرآنِ عزیز میں غور کر لیتے تو یہ ہرگز نہ کہتے جیسا کہ بعد میں ہوش میں آہی گئے کہ اذ ہمیشہ ماضی کے لئے نہیں ہوتا۔ کیونکہ قرآنِ عزیز کی ولو تریٰ اذ فزعوا فلا فوت۔ ولو تریٰ اذ یتوفی الذین کفروا الملئکة۔ ولو تریٰ اذ الظالمون موقوفون عند ربہم آیات میں ہر جگہ لفظ اذ موجود ہے۔ حالانکہ واقعہ سب جگہ مستقبل یعنی قیامت ہی کا ہے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السّلام کی چوتھی دلیل

(قَالَ اللّٰہُ عزّ وجلّ)

وَ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا۔ وَ اتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ وَ لَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (ترجمہ) اور تحقیق وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ علامت ہیں قیامت کی پس اس بارہ میں تم ذرہ برابر شک اور تردد نہ کرو۔ اور اے محمدؐ آپ کہہ دیجئے کہ اس بارہ میں صرف میری پیروی کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ کہیں شیطان تم کو اس راہ راست سے نہ روک دے۔ تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

امام جلیل و کبیر حافظ عماد الدین ابن کثیر فرماتے ہیں کہ وانہ لعلم للساعة سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونا مراد ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ اور مجاہدؒ اور ابو العالیہ اور ابو مالکؒ اور عکرمہؒ اور حسن بصریؒ اور قتادہؒ اور ضحاکؒ وغیرہم سے منقول ہے۔ جیسا کہ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ اور احادیث متواترہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قبل از قیامت ثابت اور محقق ہے۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۴۶ ج (۹)

معلوم ہوا کہ جو شخص حضرت مسیح بن مریمؑ کے آسمان سے نازل ہونے کو قیامت کی علامت نہ سمجھے وہ شیطان ہے تم کو سیدھے راستہ سے روکنا چاہتا ہے اور

حیاتِ عیسیٰ علیہ السّلام کی پانچویں دلیل

قال الامام احمد حدثنا عفان۔ ثنا ہمام انبانا قتادہ عن عبد الرحمٰن عن ابی ہریرةؓ ان النبی صلی اللّٰہ

علیہ وسلم قال الانبیاء اخوۃ لعلات امہاتہم شتی ودینہم واحد وانی اولی الناس بعیسی بن مریم لانہ لم یکن نبی
بینی وبینہ وانہ نازل فاذا رایتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض علیہ ثوبان ممصران کان راسہ
یقطر وان لم یصبہ بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویدعو الناس الی الاسلام ویہلک اللہ
فی زمانہ الملل کلہا الا الاسلام ویہلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال ثم تقع الامنۃ علی الارض حتی ترتع الاسود
مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ویلعب الصبیان بالحیات لا تضرہم فیمکث اربعین سنۃ ثم
یتوفی ویصلی علیہ المسلمون - وکذا رواہ ابو داؤد - (کذا فی تفسیر ابن کثیر صفحہ ۱۲ ج ۳) - وقال الحافظ

ابن الحجر رحمۃ اللہ علیہ - رواہ ابو داؤد واحمد باسناد صحیح - فتح الباری ص ۳۵۴ ج (۶) (ترجمہ)

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں۔ مائیں مختلف یعنی شریعتیں مختلف ہیں اور دین یعنی اصول شریعت سب کا ایک ہے۔ اور میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ زیادہ قریب ہوں اسلئے کہ میرے اور انکے درمیان کوئی نبی نہیں وہ نازل ہونگے جب انکو دیکھو تو پہچان لینا وہ میانہ قد ہونگے۔ رنگ انکا سرخی اور سفیدی کے درمیان ہوگا۔ ان پر دو رنگے ہوئے کپڑے ہونگے سر کی یہ شان ہوگی کہ گویا اس سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگرچہ اسکو کسی قسم کی تری نہیں پہنچی ہوگی۔ صلیب کو توڑینگے جزیہ کو اٹھا دینگے سب کو اسلام کیطرف بلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انکے زمانہ میں سوائے اسلام کے تمام مذاہب نیست و نابود کر دیگا۔ اور اللہ تعالیٰ انکے زمانہ میں مسیح دجال کو قتل کرائیگا۔ پھر تمام روئے زمین پر ایسا امن ہو جائیگا کہ شیر اونٹ کے ساتھ۔ اور چیتے گائے بیل کے ساتھ اور بھیڑئے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں گے۔ اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں گے۔ سانپ انکو نقصان نہ پہنچائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر چالیس سال ٹھہرینگے۔ پھر وفات پائینگے۔ اور مسلمان انکی جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ابھی وفات نہیں ہوئی۔ آسمان سے نازل ہونیکے بعد قیامت سے پیشتر جب یہ تمام باتیں ظہور میں آجائینگی تب وفات ہوگی۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی چھٹی دلیل

عن الحسن مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیٰمۃ ۔ اخرجہ ابن کثیر فی تفسیر آل عمران ص۳۶۶ ج (۲)

امام حسن بصریؒ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے یہ ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں مرے ۔ وہ قیامت کے قریب ضرور لوٹ کر آئینگے۔" اس حدیث میں راجع کا لفظ صراحتہً موجود ہے جس کے معنی واپس آنے والے کے ہیں ۔ محاورۃً یہ لفظ اسی وقت استعمال ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسری جگہ گیا ہو اور پھر وہاں سے واپس آئے ۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ساتویں دلیل

امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات ص۳۰۱ میں فرماتے ہیں ۔ اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ انا ابو بکر بن اسحٰق انا احمد بن ابراہیم ثنا ابن بکیر ثنی اللیث عن یونس عن ابن شہاب عن نافع مولیٰ ابی قتادۃ الانصاری قال ان ابا ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم ۔ انتہیٰ ۔ (ترجمہ) ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہوگا تمہارا کہ جب عیسیٰ بن مریم تم میں آسمان سے نازل ہونگے ۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا ۔ اور اسناد اس روایت کی صحیح ہے ۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی آٹھویں دلیل

وعن ابن عباس فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعند ذلک

ینزل عیسی بن مریم من السماء (اسحق ابن بشر کر) کنز العمال ص۲۶۸ ج (۷)۔ (ترجمہ) ابن عباسؓ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس اس وقت عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہونگے۔"

ان دونوں حدیثوں میں من السماء کا لفظ صراحۃً موجود ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی نویں دلیل

(۱)

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمساً واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء (کتاب الاذاعہ ص۱۱۳) (ترجمہ) عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ آئندہ میں عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے۔ (اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ اس سے پیشتر زمین پر نہ تھے بلکہ زمین کے بالمقابل آسمان پر تھے) پھر نکاح فرمائیں گے اور اولاد ہوگی۔ اور ۴۵ سال ٹھیرینگے پھر وفات پائینگے۔ اور میری قریب مدفون ہونگے۔ قیامت کے وقت میں مسیح ابن مریمؑ کے ساتھ ابوبکر اور عمرؓ کے درمیان قبر سے اٹھونگا اس حدیث کو ابن جوزی کتاب الوفاء میں روایت کیا۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی دسویں دلیل

حدثنی المثنی ثنا اسحق ثنا ابن ابی جعفر عن ابیہ عن الربیع فی قولہ تعالیٰ الم اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم قال ان النصاریٰ اتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخاصموہ فی عیسیٰ بن مریم وقالوا لہ من ابوہ وقالوا علی اللہ

الکذب والبہتان لا الٰہ الا ہو لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا فقال لہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الستم تعلمون انہ لا یکون ولد الا ہو یشبہ اباہ قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسی یاتی علیہ الفناء قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا قیم علی کل شیئ یکلؤہ ویحفظہ ویرزقہ قالوا بلی قال فہل یملک عیسی من ذلک شیئا قالوا لا قال افلستم تعلمون ان اللہ عزوجل لا یخفی علیہ شیئ فی الارض ولا فی السماء قالوا بلی قال فہل یعلم عیسی من ذلک شیئا الا ما علم قالوا لا قال فان ربنا صور عیسی فی الرحم کیف شاء فہل تعلمون ذلک قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا لا یاکل الطعام ولا یشرب الشراب ولا یحدث الحدث قالوا بلی قال الستم تعلمون ان عیسی حملتہ امرأۃ کما تحمل المرأۃ ثم وضعتہ کما تضع المرأۃ ولدہا ثم غذی کما یغذی الصبی ثم کان یطعم الطعام ویشرب الشراب ویحدث الحدث قالوا بلی قال فکیف یکون ہذا کما زعمتم قال فعرفوا ثم ابوا الا جحودا فانزل اللہ عزوجل الم اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم۔ تفسیر ابن جریر ص ۱۶۳ ج (۳)

(ترجمہ) یہ ہے الم اللہ لا الٰہ الا اللہ الا ہو الحی القیوم کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب نصاریٰ نجران نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بارہ میں آپ سے مناظرہ اور مکالمہ شروع کیا اور یہ کہا کہ اگر حضرت مسیح ابن اللہ نہیں تو پھر انکا باپ کون ہے حالانکہ وہ خدائے وحدہٗ لا شریک بیوی اور اولاد سے پاک اور منزہ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسے یہ ارشاد فرمایا کہ تمکو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں بیشک ایسا ہی ہوتا ہے یعنی جب یہ تسلیم ہو گیا کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے تو اس قاعدہ سے حضرت مسیح بھی خدا کے مماثل اور مشابہ ہونے چاہئیں۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ خدا بے مثل اور بے چون وچگون ہے لیس کمثلہ شیئ۔ ولم یکن لہ کفوا احد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار حی لا یموت یعنی زندہ ہے کبھی نہ مریگا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت اور فنا آنیوالی ہے۔ اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں مرے نہیں بلکہ زمانہ آئندہ میں انپر موت آئیگی۔ نصاریٰ نجران نے کہا بیشک صحیح ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار ہر چیز کا قائم رکھنے والا تمام عالم کا نگہبان اور محافظ اور سب کا رزاق ہے نصاریٰ نے کہا بیشک آپ نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی کیا ان چیزوں کے مالک ہیں۔ نصاریٰ نے کہا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا تمکو معلوم ہے کہ اللہ پر زمین اور آسمان کی کوئی شیئ پوشیدہ نہیں۔ نصاریٰ نے کہا بیشک آپ نے فرمایا کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کی بھی یہی شان ہے نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ کو رحم مادر میں جس طرح چاہا بنایا۔ نصاریٰ نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا تمکو خوب معلوم ہے کہ

اللہ نہ کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے اور نہ بول و براز کرتا ہے۔ نصاریٰ نے کہا کہ بیشک آپ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور عورتوں کی طرح اون کی والدہ مطہرہ حاملہ ہوئیں۔ اور پھر مریم صدیقہ نے اونکو جنا جسطرح عورتیں بچوں کو جنتی ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو بچوں کی طرح غذا بھی دیگئی حضرت مسیح کھاتے بھی تھے اور پیتے بھی اور بول و براز بھی کرتے تھے۔ نصاریٰ نے کہا کہ بیشک ایسا ایسا ہی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر عیسیٰ کسطرح خدا ہوسکتے ہیں" نصاریٰ نجران نے حق کو خوب پہچان لیا۔ مگر دیدہ و دانستہ اتباع حق سے انکار کیا۔ اللہ عزوجل نے اسبارہ میں یہ آیتیں نازل فرمائیں الم اللہ لاالہ الا ھو الحی القیوم ۱۲ (ترجمہ ختم ہوا)

حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اجماع امت

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تلخیص الحبیر صفحہ ۳۱۹ میں فرماتے ہیں۔ اما رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار۔ والتفسیر علیٰ رفعہ ببدنہ حیا وانما اختلفوا ہل مات قبل ان یرفع او نام۔ انتہیٰ۔ یعنی تمام محدثین اور مفسرین اسپر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اختلاف صرف اسبارہ میں ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے کچھ دیر کے لئے موت طاری ہوئی یا نہیں یا حالتِ نوم میں اٹھائے گئے۔ (۱۲ ترجمہ ختم ہوا)۔ اور تفسیر بحر المحیط نسخہ صفحہ ۴۷۳ ج (۲) پر ہے۔ قال ابن عطیۃ واجمعت الامۃ علیٰ ما تضمنہ الحدیث المتواتر من ان عیسیٰ فی السماء حی وانہ ینزل فی آخر الزمان آھ۔ یعنی تمام امت کا اسپر اجماع ہوچکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ موجود ہیں۔ اور اخیر زمانہ میں نازل ہونگے۔ جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ اور تفسیر النہر الماد کے صفحہ ۴۷۳ ج (۲) پر ہے۔ واجتمعت الامۃ علیٰ ان عیسیٰ حی فی السماء وینزل الی الارض آھ۔ اور تفسیر جامع البیان جو کہ تفسیر ابن کثیر اس کے حاشیہ پر تفسیر جو صاحب البیان کی تصنیف ہے اس کے صفحہ ۵۲ پر ہے۔ والاجماع علیٰ انہ حی فی السماء وینزل ویقتل الدجال ویؤید الدین۔ اھ۔ (تفسیر وجیز)

امام ابو الحسن اشعری قدس اللہ سرہ کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ کے صفحہ ۴۶ پر فرماتے ہیں

قال اللہ عزوجل یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی۔ وقال اللہ تعالیٰ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ واجتمعت علیٰ ان اللہ عزوجل رفع عیسیٰ الی السماء اھ۔ شیخ اکبر قدس اللہ سرہٗ فتوحات مکیہ کے باب (۷۳) میں فرماتے ہیں۔ لاخلاف فی انہ ینزل فی آخر الزمان ۱۲۔

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان سے نازل ہونیکی اسرار

(۱)

حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وبارک وسلم کی رفع الی السماء اور نزول الی الارض کی علماء نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر دیا۔ کما قال تعالیٰ وقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ۔ اسلئے اول حقتعالےٰ شانہ ان کو آسمان پر زندہ وصحیح و سالم اٹھایا۔ اور پھر باذن الٰہی قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونگے۔ تاکہ یہود بے بہود کا یہ زعم باطل کہ ہمنے مسیح بن مریم کو قتل کر دیا۔ رد ہو جائے۔ اور اپنی آنکھوں سے علانیہ طور پر حضرت مسیح کو آسمان سے زندہ اترتے ہوئے دیکھیں۔ تو یہود اور مسیح دجال جو یہودی ہے اور قوم یہود کا سردار ہوگا۔ حضرت مسیح بن مریم کے نیزے سے قتل دجال کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں۔ اور یہ سمجھ لیں کہ جس ذات با برکات کے متعلق یہود بے بہود یہ کہتے تھے کہ ہمنے اس کو قتل کر دیا اسی کو اللہ جل جلالہ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے اتنے زمانہ تک آسمان پر زندہ رکھا۔ اور اسی کو پھر تمہارے قتل کے لئے آسمان سے اتارا۔ (کذافی فتح الباری ص۳۵۵ ج (۶) باب نزول عیسیٰ بن مریم) اور نازل ہونے کے بعد صلیب کا توڑنا بھی اسی طرف مشیر ہوگا۔ کہ یہود اور نصاریٰ کا یہ اعتقاد کہ مسیح بن مریم صلیب پر چڑھائے گئے بالکل غلط ہے حضرت مسیح کو کون سولی پر چڑھا سکتا ہے وہ بحمد اللہ زندہ ہیں۔ نازل ہونیکے بعد صلیب کا نام ونشان بھی نہ چھوڑینگے۔ اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جب انجیل میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور آپکی امت کے اوصاف دیکھے تو حق تعالےٰ شانہٗ سے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھ کو بھی امت محمدیہ سے بنا۔ حقتعالیٰ شانہٗ نے انکی یہ دعا قبول فرمائی اور اخیر زمانہ تک زندہ رکھا۔ اور قیامت کے قریب امت محمدیہ میں حکم عدل اور دین اسلام کے لئے مجدد کی حیثیت سے

اور ان کا نزول مقدر فرمایا۔

حضرت مسیح بن مریم رسول اللہ بھی ہیں علیہ الف الف صلوات اللہ اور صحابی بھی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورضی عن اللہ

حافظ شمس الدین ذہبی تجرید میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ میں۔ اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم جسطرح نبی اللہ اور رسول اللہ ہیں اسی طرح صحابی بھی ہیں اسلئے کہ حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں بحالت حیات وفات سے پیشتر اسی جسد عنصری کے ساتھ دیکھا ہے۔ اور دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں اپنی اپنی وفات کے بعد روحانی طور پر دیکھا ہے۔

وروی ابن عساکر عن انس قلنا یا رسول اللہ رأینا صافحت شیئاً ولا نراہ قال ذلک اخی عیسیٰ بن مریم انتظرتہ حتی قضی طوافہ فسلمت علیہ۔ زرقانی شرح مواہب صفحہ ۳۴۴ ج (۵) (ترجمہ) ابن عساکر نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمنے عرض کیا یا رسول اللہ ہمنے آپکو کسی سے مصافحہ کرتے دیکھا۔ مگر اُس شخص کو نہ دیکھا جس سے آپ نے مصافحہ فرمایا۔ فرمایا کہ وہ میرے بھائی عیسیٰ بن مریم تھے میں اُنکا منتظر رہا یہانتک کہ وہ اپنے طواف سے فارغ ہوئے تب میں نے اُنکو سلام کیا۔

وروی ابن عدی عن انس بینا نحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ رأینا برد او یدا فقلنا یا رسول اللہ ما ہذا البرد الذی رأیناہ والید قال قد رأیتموہ قلنا نعم قال ذاک عیسیٰ بن مریم سلّم علیّ (زرقانی صفحہ ۳۴۴ ج (۵)) (ترجمہ) ابن عدی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اچانک ایک چادر اور ایک ہاتھ نظر آیا ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے دیکھا ہے۔ ہم نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ میرے بھائی عیسیٰ بن مریم تھے جنہوں نے اسوقت مجھکو سلام کیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر ہونا تو دلائل حیات سے معلوم ہو چکا تھا مگر احادیثِ معراج اور ابن عساکر اور ابن عدی کی روایت سے ملاقات بھی ثابت ہو گئی۔ اس لئے اگر بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت فرمائیں تو اس روایت کو علی شرط البخاری حدیث متصل سمجھنا چاہئیے کیونکہ امام بخاریؒ کے نزدیک اتصال روایت کے لئے ثبوتِ لقاء شرط ہے۔ اور امام کے نزدیک محض معاصرت کافی ہے۔

اور علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہونیکو بطور الغاز اور معمّٰی اپنے ایک قصیدہ میں ذکر کیا ہے ؎

مَنْ بِاتِّفَاقِ جَمِیْعِ الْخَلْقِ اَفْضَلُ مِنْ ✱ خَیْرِ الصِّحَابِ اَبِیْ بَکْرٍ وَ مِنْ عُمَرٍ

وہ کون شخص ہے کہ جو بالاتفاق ابو بکرؓ سے بھی افضل ہے کہ جو تمام صحابہؓ سے افضل اور بہتر ہیں۔

وَمِنْ عَلِیٍّ وَ مِنْ عُثْمَانَ وَ هُوَ فَتیً ✱ مِنْ اُمَّةِ الْمُصْطَفٰی الْمُخْتَارِ مِنْ مُضَرٍ

اور وہ شخص عمرؓ اور علیؓ اور عثمانؓ سے بھی افضل ہے حالانکہ وہ شخص محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا ایک فرد ہے

الشَّیْءُ بِالشَّیْءِ یُذْکَر (ایک شئی کے ذکر سے دوسری شئی یاد آہی جاتی ہے)

حافظ عسقلانی اصابہ میں فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام جمہور محدثین کے نزدیک نبی ہیں مگر صحابی بھی ہیں جیسا کہ بعض روایات سے خضر علیہ السلام کی ملاقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتی ہے۔ تفصیل اگر درکار ہو تو اصابہ کی مراجعت فرمائیں۔ عبد ضعیف کہتا ہے (عفا اللہ عنہ) کہ اس روایت میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ کی بھی خضر علیہ السلام سے ملاقات مذکور ہے۔ اسلئے کہ اگر یہ کہا جائے کہ انس بن مالکؓ دو پیغمبروں کے صحابیؓ ہیں تو میں امید کرتا ہوں کہ یہ کلمہ شاہد خلاف حق نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم۔

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا کہ تم اگر بالفرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاؤ تو ان پر ضرور ایمان لانا اور انکی ضرور مدد کرنا۔ جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔ الآیۃ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے اسلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور قتل دجال کیلئے

قیامت کے قریب انکے نزول کو مقدر فرمایا تاکہ اسوقت نازل ہو کر امتِ محمدیہ کی نصرت و امداد فرمائیں اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سخت مصیبت میں گرفتار ہوگی۔ اور دجّال کے فتنہ سے پریشان اور حیران اور محتاج امداد و اعانت ہوگی اسوقت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے نازل ہو کر عہدِ نصرت اور وعدۂ اعانت کو (جسکا لتنصرنہ میں ذکر ہے) اپنی طرف سے اصالۃً اور باقی حضرات انبیاءؑ کی طرف سے وکالۃً پورا فرمائینگے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ فاطر السمٰوات والارض۔ انت ولی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین۔ اللہم انی اعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال واعوذ من فتنۃ المحیا والممات۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین یا ذا الجلال والاکرام۔

وانا العبد الضعیف المدعو
محمد ادریس الکاندھلوی
اجارہ اللہ تعالیٰ من خزی الدنیا
وعذاب الآخرۃ۔ آمین۔

۲۲ رجب سنہ ۱۳۵۱ ہجری

تقریظ از آیۃ السالفین وخاتمۃ المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند ادام اللہ فیضہ

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ **اما بعد** رسالہ کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ مصنفہ علامۂ فہام جناب مولوی **محمد ادریس صاحب** کاندھلوی مدرس دار العلوم دیوبند کا احقر نے کہیں سے دیکھا۔ اور بعض مضامین کو جناب مولف ممدوح کی زبان سے سنا رسالہ مذکورہ حیات عیسیٰ علیہ السلام میں کافی و شافی اور مباحث متعلقہ کا حاوی اور جامع ہے۔ نقول معتمد اور مستند کتابوں سے لیگئی ہیں۔ اور عمدہ سی عمدہ قول سامنے رکھدیا ہے۔ علماء اور طلباء کو تلاش اور تتبع سے بے نیاز کر دیا ہے۔ امید ہے کہ طلبہ اس کی قدر کرینگے۔ اور مخلوق کو جو دجال کے فتنہ میں مبتلا ہے۔ ہدایت اور ارشاد کا ذریعہ ہوگا۔ حق تعالیٰ جناب مولف کی سعی مشکور اور عمل مبرور فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

احقر محمد انور

عفا اللہ عنہ۔ مدرس دار العلوم

تقریظ از فخر المتکلمین حضرت مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

تقریباً دو سال ہوئے کہ بمقام فیروزپور (پنجاب) قادیانی مرزائیوں سے متنازع فیہ مسائل میں علماء دیوبند کی گفتگو ہوئی تھی۔ سب سے پہلی بحث حضرت مسیح ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور رفع الی السماء اور دوبارہ تشریف آوری کے متعلق تھی۔ جس میں دیوبند کی طرف سے برادر مکرم جناب مولوی

سمجھا ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دارالعلوم وکیل تھے۔ مولوی صاحب موصوف نے جو عالمانہ اور محققانہ تقریر فرمائی بحمد اللہ تعالیٰ نہ صرف عام پبلک ہی اُس سے محظوظ اور مطمئن ہوئی بلکہ بندہ کے روبرو بعض ممتاز مرزائیوں نے بھی اسکی معقولیت اور سنجیدہ روش کی داد دی۔ اور اسطرح مولوی صاحب کی عالمانہ طرز استدلال نے منکرین سے بھی خراجِ تحسین وصول کیا۔ ع والفضل ما شهدت به الاعداء۔

میں نے اُسی وقت مولانا موصوف سے درخواست کی تھی کہ آپ اس مسئلہ کے تمام اطراف و جوانب کی توضیح و تحقیق ایک کتاب کے ذریعہ سے اس طرح کر دیجئے کہ غائب و حاضر کیلئے انہیں بصیرت ہو اور مسئلہ کا تمام مادہ بیک نظر سامنے آجائے۔ اور کسی باطل پرست کو گنجائش نہ رہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد وہ ایک حق پرست کے قدم ڈگمگا سکے۔ حق تعالیٰ شانہ مولوی صاحب موصوف کے علم و عمل میں ترقی عطا فرمائے کہ انہوں نے میری اس ناچیز گذارش کو رائگاں نہیں جانے دیا اور بڑی محنت اور عرق ریزی کے بعد ایک ایسی تالیف برادرانِ اسلام کے سامنے پیش کر دی جس میں اس اہم مسئلہ کا کافی و شافی حل موجود ہے۔ اور شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس باب میں اسوقت تک کوئی کتاب اسقدر جامع اور حاوی ایسے سادہ اور بے تکلف طرز میں نہیں لکھی گئی۔ ناظرین مطالعہ کے بعد خود اندازہ کر سکیں گے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ از سرتاپا واقعہ ہے اور ان کو ممنون ہونا چاہئے مؤلف محترم کا اور اُن اکابر دارالعلوم کا جن کی توجہ اور سعی سے یہ بیش بہا رسالہ نور افزائے دیدۂ شائقین ہوا۔

شبیر احمد عثمانی
دیوبند
۱۷ رجمادی الآخر ۱۳۴۲ھ

تقریظ از جناب فخر العلماء وزبدة الفضلاء سحبان الہند لبید زمانہ مولانا الحاج حبیب الرحمٰن صاحب سابق ناظم دار العلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد مسئلہ حیات
و وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرزائیوں اور اہل اسلام کے درمیان ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بن گیا۔
مرزائی اپنی تمام تر قوت وفات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ثابت کرنے میں صرف کرتے اور اسی کو اپنے
مذہب کا سنگ بنیاد سمجھتے ہیں۔ مرزائیوں نے اس بارہ میں بڑے بڑے رسالے لکھے ہیں۔ اور اہل اسلام
نے بھی کافی اور مفصل دلائل سے حیوٰۃ عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کر دیا ہے۔ اسی سلسلہ میں برادر عزیز
مولوی محمد ادریس صاحب (جو دار العلوم دیوبند کے لائق مدرس اور عالم باعمل و متصلب فی الدین ہیں)
نے یہ رسالہ کلمۃ اللہ فی حیوٰۃ روح اللہ تصنیف کر کے اس مسئلہ کو اور زیادہ منقح و واضح کر دیا ہے میں
نے اس رسالہ کو دیکھا ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے نہایت سادہ اور بے تکلف عبارت میں نفس مسئلہ
کو اس طرح واضح کر دیا ہے کہ کسی منصف اور طالب حق کے لئے گنجائش تردد و تامل نہیں چھوڑی۔
اللہ تعالیٰ مصنف موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس رسالہ کو ذریعہ ہدایت بنائے۔

آمین۔

احقر
حبیب الرحمٰن
۱۱ رجب ۱۳۴۳ھ